وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (القرآن)

(بزبانِ اردو)

حقیقۃ التقلید

وَ اَقسامُ المُقلّدین

مؤلف

ابو محمد امین اللہ البشاوری حفظہ اللہ

مکتبہ محمدیہ
گنج گیٹ منگل مارکیٹ
پشاور، پاکستان

نام کتاب ـــــــــــــــ حقیقۃ التقلید واقسام المقلدین

مؤلف ـــــــــــــــ فضیلۃ الشیخ ابومحمد امین اللہ حفظہ اللہ

طباعت ـــــــــــــــ (تیسری بار)

سال طباعت ـــــــــــــــ ربیع الاول: ۱۴۲۹ھ موافق: ۲۰۰۸ء

کمپوزنگ ـــــــــــــــ ابوزھیر سیف اللہ

اخراج ـــــــــــــــ ابوسلمان حضرت محمد عفی عنہ

ناشر ـــــــــــــــ مکتبہ محمدیہ منگل مارکیٹ گنج پشاور

مترجم ـــــــــــــــ محمّد

حیدر کراچی میں ملنے کا پتہ

مدرسہ دارالکتاب والسنۃ

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

فون:0300-2615407

فہرست مضامین کتاب



نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اما بعد: اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دین دو ہی چیزوں کا نام ہے، قرآن عزیز اور سنت نبوی ﷺ اور اسی کا مظاہرہ اہل اسلام اپنی زندگی میں کرتے ہیں۔ مثلاً دنیا میں آتے ہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی اتباع کی خبر اذان کی صورت میں پکاری جاتی ہے۔

اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی کلمۂ شہادت کا تکرار کیا جاتا ہے۔ [لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] اور قبر میں رکھتے وقت بھی [بسم الله وعلى ملة رسول الله] ۔دو ہی شہادتیں پڑھی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو اقرار مسلمانوں پر لازم تھا وہ اس موقع پر دہرایا گیا۔

دوسری مثال: خیر القرون میں بھی مسلمان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو کامل دین سمجھتے تھے۔ اور اس وقت ان بزرگوں کے نام پر مذہبوں کا وجود بھی نہیں تھا۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ان چار مذہبوں میں سے کسی مذہب کے پابند نہیں ہونگے۔ يحكم بكتاب الله وبسنة نبيكم ۔کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی حدیث پر فیصلہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قرآن وحدیث کامل اور مکمل دین ہے صحابہ کرامؓ نے اسی پر عمل کر کے رضی اللہ عنہم کا لقب حاصل کیا، اور قیامت تک یہی قانون قرار پایا: ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ ۔

لیکن بد قسمتی سے سابقہ امتوں کی طرح اس امت میں بھی لوگوں نے تقلید کی راہ اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت تفکر، تدبر اور تفقہ سے محروم ہو گئے۔ تقلید گناہِ کبیرہ کا سبب

بنتی ہے۔

علامہ عبدالحی صاحب نے احادیث گڑھنے کے اسباب میں سے ایک سبب تقلید کو قرار دیا ہے: "السادس قوم حملهم على الوضع التعصب المذهبي والتجمد التقليدي" (الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة للعلامة عبد الحی الحنفی ص (۱۷) ۔

تقلید مقلد کو تارک سنت بناتی ہے ۔

تقی عثمانی صاحبؒ اپنی کتاب تقلید کی شرعی حیثیت صفحہ (۸۷) پر مقلد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بلکہ ایک ایسے شخص کو اگر اتفاقاً کوئی حدیث ایسی نظر آ جائے جو اسکے امام مجتہد کے خلاف معلوم ہوتی ہو، تب بھی اس کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے امام کے مسلک پر عمل کرے"۔

تقلید انسان کو غبی اور متعصب بناتی ہے ۔علامہ طحاویؒ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا انہوں نے جواب دیا وہ مذہب کے خلاف تھا۔سائل نے کہا میرا تو گمان تھا کہ آپ مقلد ہیں ۔انہوں نے جواباً کہا : [لا يُقَلِّدُ الا غَبِيٌّ او عَصَبِيٌّ] لسان الميزان حافظ ابن حجر ترجمه طحاوی ۔

تقلید کی وجہ سے انسان جہل کا ارتکاب کرتا ہے۔

علامہ زیلعیؒ ،الشیخ علاؤالدین کی غلطی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ تقلید کی وجہ سے جہالت کا مرتکب ہوا۔

[واقتصر شيخنا علاؤ الدين مقلداً لغيره وهذا ذهول فاحش ...... فالمقلِّدُ ذَهَلَ والمقلِّدُ جَهَلَ] نصب الراية ج (۱/ص : ۲۱۹) ج (۳/۲۲۸) ۔

مقلد کے دل میں قرآن وحدیث کی کوئی وقعت نہیں ۔اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت اور حدیث کان میں پڑتی ہے تو ان کے قلب میں انشراح اور انبساط نہیں رہتا بلکہ اوّل استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے۔

خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اسی مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود بھی اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرتِ مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں۔ دل یہ نہیں مانتا کہ قولِ مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح اور صریح پر عمل کریں۔

بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب وضرب کی نوبت آجاتی ہے۔ اور قرون ثلاثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کرلیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی بحوالہ تذکرہ رشیدیہ ج (۱/۱۳۱) : اللہ عزوجل کا فرمان تو یہ ہے: ﴿ فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ﴾ سورۃ الانعام (۱۲۵)۔ جبکہ تھانوی خود فرماتے ہیں: ''کہ مقلد کا آیت اور حدیث سننے پر انشراح صدر کے بجائے استنکار صدر ہوتا ہے''۔ معلوم ہوا کہ تقلید راہِ حق میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور وحی کی ضد ہے، لہذا اس کی خرابیوں کو جتنا بھی بیان کیا جائے کم ہے۔ اس عنوان پر سلف صالحین سے لیکر آج تک علماء تقریراً اور تحریراً اظہار حق کرتے رہے ہیں۔ حال ہی میں شیخ القرآن والحدیث ابو محمد امین اللہ البشاوری حفظہ اللہ نے ایک کتاب پشتوں زبان میں تحریر کی ہے جو انتہائی مفید ثابت ہوئی کیونکہ شیخ محترم فقہ حنفی پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آئے دن مقلدین کی جانب سے مختلف شبہات اور سوالات کے جوابات کے علاوہ مناظروں کے میدان میں بھی جہالت کے خلاف تحقیق کی تلوار سے جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد محسوس کیا کہ فائدہ عام کے لئے اس کو اردو زبان میں شائع کیا جائے یہ ذمہ داری میں نے اپنے بھانجے حیدر فاروقی کو سونپی جو انہوں نے قبول کرلی درجہ سادسہ کی تیاری اور دیگر مصروفیات کے باوجود انہوں نے انتہائی محنت کر کے ترجمہ مکمل کیا۔

اللہ تعالی مصنف، مترجم اور دیگر جن احباب نے اس کار خیر میں حصہ لیا انکے گناہوں کو معاف فرمائیں اور اس کوشش کو ہم سب کی نجات کا سبب بنادیں۔

از نصیب شاہ سلفی :

مدرسہ دار الکتاب والسنۃ السلفیۃ نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی۔



تقریظ

شیخ القرآن والحدیث علامہ

عبد السلام الرستمی السلفی حفظہ اللہ

الحمد للہ الذی جعل القرآن منہاجاً قیما وقویماً وصیّر نبیہ ﷺ تبیاناً وصراطاً مستقیماً وجعل صحابتہ الکرام للاھتداء نجوماً وعلی الشیاطین من الانس رجوماً۔

اما بعد: تقلید کا مسئلہ متعدد شبہات اور اشتباہات میں گھرا ہوا ہے کسی نے تقلید کو اتباع قرار دیا تو کسی نے اتباع کو تقلید کے نام سے موسوم کیا اور کسی نے اتباع کے ثبوت کیلئے منقول دلائل کو تقلید کے اثبات پر منطبق کیا اگر کوئی تقلید کے حکم سے نا آشنا ہے تو کوئی اس کے مفہوم اور نقصانات سے بے گانہ۔

اسی وجہ سے تقلید کے موضوع پر میرا کچھ لکھنے کا ارادہ تھا لیکن جب اس موضوع پر شیخ امین اللہ صاحب کا یہ جامع رسالہ دیکھنے کو ملا تو اس کتاب کو کافی سمجھ کر میں نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا، اگر چہ اس کو مکمل تفصیل سے دیکھنے کی فرصت نہیں ملی صرف فہرست اور عنوانات کو دیکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

میں اس موضوع کے متعلق اس کتاب کو جامع اور کافی سمجھتا ہوں اگر چہ مؤلف اور اس کتاب کی عصمت کا دعویٰ نہیں کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مؤلف کیلئے اجر عظیم اور ذخیرہ آخرت بنادیں اور مسلمانوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

فقط شیخ ابو زکریا عبد السلام (حفظہ اللہ).



عرض مترجم

نحمدك يا من اوضحت لنا سبل الهداية واضحت عن بصائرنا غشاوة الغواية ونصلي ونسلم على من ارسلته شاهداً ومبشراً ونذيراً وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيراً ـ اما بعد :

احناف کے مشہور ومعروف عالم مسعود بن شیبہ اپنی ''کتاب التعلیم'' کے مقدمے میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے بارے میں رقم طراز ہیں :

''انه يجب على اهل الغرب والشرق بل على كافة الخلق ان يتخذوا اباحنيفة اماماً وعقيدته دينا وقوله مذهباً بحيث لا يبغون عنه حولاً ولا يريدون به بدلاً ''۔

'' مشرق ومغرب میں رہنے والوں پر بلکہ تمام مخلوق پر واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کو اپنا امام، انکے عقیدے کو اپنا دین اور انکے اقوال کو اپنا مذہب اس طور سے بنائے کہ نہ اس سے آگے بڑھ سکے اور پیچھے پلٹ سکے بلکہ تاحیات حنفی المذہب بن کے رہیں''۔

تقریباً اس طرح کا عقیدہ شافعیہ امام شافعیؒ کے بارے میں رکھتے ہیں۔ دراصل یہ وہ مقام ہے جو تقلید کے بے آب وگیاہ صحراء میں قدم رکھنے کے بعد مقلدین کے باہمی تعصب اور کتاب وسنت سے اعراض کے نتیجے میں سامنے آتا ہے ۔

یہ ہیں اپنے اماموں سے متعلق مقلدین کے خیالات ۔اس کے برعکس اللہ تعالی نبی ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں : ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْراً وَنَذِيْراً ﴾ ۔

کہ اے نبی ! ہم نے صرف آپ ہی کو ساری کائنات کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے

۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو کائنات کی امامت کے لئے منتخب فرمایا لیکن......مقلدین نے نبی ﷺ کے بجائے اس منصب پر اپنے ائمہ کو براجمان کیا۔

اوران کے مراتب ومناقب کواس قدر بڑھایا کہ ان کی امامت کی سرحدیں مقام نبوت کو چھونے لگیں۔

درحقیقت تقلید ایک ایسا ناسور ہے جس نے ہر دور میں مسلم امۃ کے متحد جسم کوتشتت وافتراق سے لاغر وناتواں کیا ہے۔ جس نے ہمیشہ دین اسلام کے مجلّٰی ومصفّٰی آئینے کو دھندلایا ہے۔ اسی تقلید کی وجہ سے مسلمان آپس میں ہمیشہ سے باہم دست وگریباں اور ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے نظر آئے ہیں۔ یہ تقلید ہی تو تھی جس نے عالم اسلام کو ایک صراط مستقیم کے بجائے نجات کے مختلف راستے دکھائے، اور دیکھتے ہی دیکھتے امتِ مسلمہ کا شیرازہ یوں بکھیرا کہ مسلمانوں کی عظیم الشان ہستی نیستی میں بدلتی محسوس ہونے لگی۔ ایسے میں ایک طرف اگر حنفیت کو عالم گیر نظامِ نجات قرار دیا گیا تو دوسری طرف شافعیت کو راہِ نجات ٹھہرایا گیا۔ ایک طرف اگر مالکیت کا چرچا ہوا تو دوسری طرف حنبلیت کو پروان چڑھایا گیا اوراس طرح مسلم دنیا کی تنظیم، تفرقہ بازی کی نظر ہوگئی اور مذہبی مذہبی، امامی امامی کے پُر تعصب نعروں نے امت مسلمہ کے تابناک مستقبل کو تاریکیوں اور اندوہناک ناکامیوں سے دوچار کیا۔

اقبالؒ نے اس پس منظر میں کہا تھا :

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

جب امتِ مسلمہ کے افراد حنفیت، شافعیت، مالکیت اور حنبلیت سے ناآشنا تھے تب وہ عالَمِ کفر پر موت اور انفکاک کی تلوار بن کر لٹکتے تھے۔ ان کے اتحاد اور بے مثل تنظیم کے سامنے باطل سرنگوں تھا، لیکن جب مسلمان مذہبی انتشار وخلفشار کا شکار ہوئے تب وہ چار دانگ عالم میں رسوا بھی ہوئے :

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

خیرالقرون کے بعد مذہبی اختلافات اور انتشارات کا سیاہ ترین باب ہے۔ اگر یہ سلسلہ

یوں ہی چلتا رہا تو اندیشہ ہے کہ اندرونی منافرت اور بیرونی عداوت کی پھیلتی آگ کے سامنے امت کی بقیہ سطوت بھی ''چوب خشک صحرا،، ثابت ہوا۔

مذاہب اربعہ کے مقلدین سے التجاء ہے کہ تقلید کے قعر ضلالت و مذلت سے نکل کر صراط مستقیم کو اختیار کریں اور امت کو تقلید مذاہب کی پیچیدگیوں میں نہ الجھائیں، کیونکہ امت اس کی متحمل نہیں ہے۔

مقلدین میں اسی شعور کو بیدار کرنے کی غرض سے شیخ امین اللہ پشاوری نے ''التحقیق السدید فی مسئلة التقلید،، کے نام سے ایک منفرد اور اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک انتہائی مؤثر کتاب تالیف کی جس میں مؤلف نے مختلف مکاتب فقہ کے اصول، احکام اور مسائل کا بالعموم اور حنفی مکتب فقہ کا بالخصوص مدلل اور محققانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ صحیح اور راجح مسلک کو صریح دلائل کی بنیاد پر واضح کیا ہے۔

زیر نظر کتاب ''تقلید کی حقیقت'' اسی کا اردو قالب ہے جس میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ مؤلف کے مدعا، دلائل اور معروضات کو پھر اس طرح اردو زبان میں قارئین کے سامنے رکھیں کہ اصل کتاب کی روح بھی مجروح نہ ہو اور قاری اس سے آسانی سے فائدہ بھی حاصل کر سکے۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اس کتاب کو مؤلف کے لئے اجر جزیل اور ذخیرہ آخرت بنادے اور مسلمانوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

میں اپنے ان اساتذہ و احباب کا تہہ دل سے ممنون ہوں جن کے تعاون کے بغیر میرے لئے اس ذمہ داری کو پورا کرنا ممکن نہ تھا۔

از محمد حیدر ۱۵/۱۲/۲۰۰۱ء

ہے فقط توحید و سنت، امن و راحت کا طریق
فتنہ جنگ و جدل تقلید سے پیدا نہ کر (اقبالؒ)



ان الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ.

اما بعد :

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب تو ۱۴۱۶ھ کو مکمل ہو چکی تھی، علماء کرام، طلباء اور عوام نے اس کو بڑے شوق سے حاصل کیا اور میرے اندازے کے مطابق ان گنت لوگوں نے اس سے استفادہ بھی کیا۔ پھر اشاعت کے بعد جلد ہی اس کے مطبوعہ نسخے قارئین کے ہاتھوں بازار سے ختم ہو گئے۔

بعدازاں چند مخلص دوستوں کے اصرار اور توجہ کی وجہ سے دوبارہ اس کی اشاعت کا اہتمام کیا اور مزید فائدے کے لئے شروع میں اس مقدمے کا اضافہ بھی کیا جو کہ مندرجہ ذیل ضروری مباحث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث : تقلید کی تقسیم باعتبار ممدوح و مذموم۔

دوسری بحث: تقلید سے متعلق شکوک وشبہات کے صحیح جوابات۔

پہلی بحث : تقلید کے اقسام

بعض علماء کرام تقلید کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں ۔

(۱) تقلید مذموم (۲)۔تقلید ممدوح ۔

(۱)۔تقلید مذموم:

تقلید مذموم : (یعنی ناجائز غیر مناسب تقلید) اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص قرآن وحدیث کی مخالفت میں کسی عالم کی بات مانتے یا صرف باپ دادا اور اپنے بڑوں کے طور طریقے اپنا کر قرآن وحدیث سے یکسر اغماض برتتے ۔قرآن صرف تبرک کے لیے تو پڑھے لیکن عملاً اس کو دستورِ حیات ماننے سے انکار کرتا ہو اور اگر کوئی اس کو قرآن وحدیث کا حوالہ دے تو اس کا جواب یہ دے کہ کیا بڑے سمجھتے نہیں تھے؟۔کیا وہ نبی کی سیرتِ مبارکہ سے بیگانے تھے؟۔

نیز تقلید مذموم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی کسی ایسے نامعلوم شخص کو اپنا پیشوا سمجھے جس کے بارے میں وہ یہ تک جاننے سے قاصر ہو کہ میرا پیشوا عالم ہے کہ نہیں ۔فتویٰ دینے کا اہل ہے کہ نہیں ؟ اسی طرح مذموم تقلید کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی مسئلہ میں صحیح بیّن حدیث کے آنے کے بعد اس کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھ کر چھوڑ دیا جائے یا اس میں تاویل کر کے اس کا صحیح مفہوم ہی بدل دیا جائے یا یہ کہہ کر اس حدیث سے جان چھڑائی جائے کہ یہ ہمارے مذہب کے خلاف اور امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق ہے ۔مذکورہ بالا تمام صورتیں تقلید مذموم کے ضمن میں آتی ہیں جو کہ سراسر ناروا اور قابل مذمت ہیں ۔(اعلام الموقعین ص : ۱۸۷)

میرے خیال میں آج دنیا میں بالعموم اور پاکستان، افغانستان اور ہندوستان میں بالخصوص جو تقلید مروّج ہے وہ یہی تقلید مذموم ہے۔

ان ممالک میں ایک مخصوص امام کی اجتہاد اور غیر اجتہادی باتوں کو نبی ﷺ کی صحیح

احادیث پر نہ صرف ترجیح دی جاتی ہے بلکہ احادیث صحیحہ کو ترک کرنے کے لیے مختلف غیر شرعی بہانے بھی بنائے جاتے ہیں، مقلدین کی تمام کتابوں میں، خاص طور پر تنظیم الاشتات اور ہدایہ میں ''کتاب الطہارت'' سے لیکر ''کتاب الوصایا'' تک کسی بھی مقام پر یہ نہیں کہا گیا کہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ضعیف ہے، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مذہب صحیح ہے۔ امام احمدؒ تو در کنار ۔

قارئین کرام! آپ کو اللہ تعالی نے عقل وخرد کی نعمت سے نوازا ہے اپنے مذہب کی خاطر احادیثِ رسول اللہ ﷺ اور علماء امت کے ساتھ کئے جانے والے رویئے کے بارے میں کبھی آپ نے غور وفکر کیا ہے؟۔

تقلید کے بے آب وگیاہ صحرا میں پھرنے والے مقلدین جہاں امت کے تمام علماء کو قعرِ مذلت میں گرانے کا اہتمام کرتے ہیں، وہاں امت کے ایک بہت بڑے عالم اور بلند پایہ علمی شخصیت امام شافعیؒ کو طفل مکتب کے مساوی علمی حیثیت کا حامل قرار دیکر ان کی مسلمہ فہم وفراست کو یکسر مفلوج ثابت کرنے کی مذموم اور متعصبانہ کوشش کرتے ہیں اپنی اس متعصبانہ روش کے باوجود الٹا ہمیں بزرگانِ دین اور علماء امت کا بے ادب کہتے نہیں تھکتے حالانکہ اس سے بڑی بے ادبی اور کیا ہوسکتی ہے کہ نبی آخر الزمان کی محفوظ ﷺ زبان مبارک سے نکلی ہوئی احادیثِ کاملہ کی تاویلیں کی جائیں اور اپنے امام کی اقوال کو ان پر ترجیح دی جائے۔

اسی طرح مقلدین امت کے تمام علماء کو چھوڑ کر صرف ایک عالم کو اپنا ''امام فی الدین'' مانتے ہیں۔

قارئین محترم: مقلدین کے اس طرز فکر وعمل پر سنجیدگی سے سوچنے کی اشد ضرورت ہے ۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ضد اور عناد کو ترک کرکے اپنے دین وایمان کی حفاظت کرے۔

(۲) - تقلید ممدوح :

ایک ایسا شخص جو دین کے کسی مسئلے کو سمجھنے سے قاصر ہو اس کے حل کے لئے کسی عالم کے پاس جائے یا کسی کو قرآن وحدیث میں کسی مسئلے کا حل نہ ملے اور وہ سمجھنے کیلئے کس عالم کے پاس جائے اسی طرح کوئی ایسا حادثہ رونما ہو جس کا حل قرآن وحدیث میں ایک عام آدمی کو

ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ یقیناً ایسے مسائل کے حل کیلئے علماء سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ تحقیقِ حق یا تحصیل علم کی مندرجہ بالا تمام صورتیں تقلید ممدوح کہلاتی ہیں ۔

تقلید کی اس قسم کو کچھ لوگ یہ کہہ کر جائز قرار دیتے ہیں کہ ہم تو قرآن وحدیث کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث کو ہم قابل قدر نگاہوں سے دیکھتے ہیں محض مجبوری کی بناء پر کسی ایک امام کی تقلید کرتے ہیں۔ لیکن تقلید کی یہ قسم بھی چند وجوہات کی بناپر غلط ہے کیونکہ:

(۱)-تقلید بدعت ہے اس لئے کہ خیر القرون میں اس کا نام ونشان تک نہیں تھا جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: [کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار] (مشکوۃ ص : ۱/۳۰)۔

دین میں ہر نیا کام بدعت ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں پہنچادیتی ہے۔ نبی ﷺ کی اس صحیح مرفوع حدیث کے آنے کے باوجود تقلید کو ممدوح اور مذموم کے اعتبار سے منقسم کرنا تو ایسا ہے جیسے بدعت کی دو قسمیں سیۂ اور حسنہ قرار دی جائے جبکہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر بدعت گمراہی ہے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے علامہ شاطبیؒ کی " الاعتصام ص (۱/۱۹۱) اسی طرح: السنن والمبتدعات ص (۱۵) اور فتاوی الدین الخالص (۱/۱۰۴) پر بھی اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲)-تقلید ممدوح کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے جواز سے مقلدین تقلید جامد اور تقلید شخصی کو جائز قرار دیکر غلط فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے مذہب کی خاطر قرآن وحدیث میں تاویلیں کرنے کی سعیِ لاحاصل کرتے ہیں اگر کوئی اس رویے پر اعتراض کرے تو تقلید ممدوح کا حوالہ دیکر بڑے فخر سے اپنے آپ کو متبعِ سنت گرداننا شروع کردیتے ہیں۔ یوں مقلدین غلط کام کو اچھے نام سے موسوم کرکے جائز ثابت کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔

۳-مذکورہ تقلید کے غلط ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کی بیان کی جانے والی صورتیں ہی سراسر غلط ہیں۔ کیا ایک جاہل آدمی اپنے درپیش مسائل کے حل کیلئے کسی زندہ عالم کا انتخاب کرے گا یا امام ابوحنیفہؒ کا؟ (جوکہ وفات پاچکے ہیں) اگر آپ کہتے ہیں کہ امام

ابوحنیفہؒ کا انتخاب کرے گا تو وہ بحیثیت ''جاہل'' امام صاحب کے مذہب سے ہی نا آشنا ہے وہ کیسے اس کو امام صاحب کا مذہب سمجھ کر اس پر عمل کرے گا؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ دنیا میں امام صاحب کی کسی کتاب کا وجود نہیں ہے جسکی طرف رجوع کیا جائے۔اور اگر کسی بقیدِ حیات عالم کے پاس جائے گا تو پھر اس کو حنفی اور شافعی کہنے کا مطلب کیا ہوا؟ کیونکہ وہ جس عالم کے پاس جائے گا اسی عالم کی طرف اس کی نسبت ہونی چاہیے نہ کہ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف اس کی نسبت ہو۔دوسری بات یہ ہے کہ عالم نبی ﷺ کی طرف رہنمائی کرے گا یا امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی طرف؟۔

مقلدین کا یہ طرزِ فکر ماتم کرنے کے قابل ہے کہ دلائل تو زندوں کی تقلید کے اثبات کے پیش کرتے ہیں لیکن ان سے مردوں کی تقلید ثابت کرنا چاہتے ہیں۔تقلید ممدوح کے اثبات کے ضمن میں پیش کیجانی والی اس مثال کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے کہ قرآن وحدیث میں کسی مسئلے کا حل نہ ملنے کی صورت میں کسی عالم سے رابطہ کرنا پڑے گا۔

ہمارے نزدیک ان فرضی اور موہوم مسائل کی کوئی حقیقت نہیں ایسا کونسا مسئلہ ہے جو قرآن اور حدیث میں نہیں ہے اور لوگ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ مقلدین کے اس طرزِ عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قرآن وحدیث ناقص سمجھتے ہیں ۔اسی طرح جس عالم سے یہ مسئلہ پوچھا جائے گا کیا وہ اس مسئلہ کو قرآن وحدیث سے حل کرے گا یا اپنی رائے کے مطابق؟۔

اگر آپ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے مطابق حل کرے گا تو پھر تو قرآن وحدیث مکمل ہوئے اور آپ کی رائے باطل قرار پائی۔لیکن اگر یہ عالم اس کا حل اپنی رائے سے نکالے گا تو دین کے معاملے میں کسی عالم کی رائے حجت نہیں ۔اگر کوئی آدمی کسی عالم کا قرآن وحدیث سے اخذ کیا ہوا مسئلہ مانتا ہے تو یہ قرآن وحدیث کی اس دلیل کی اتباع ہے جس سے اس مسئلے کو حل کیا گیا ہے نہ کہ تقلید کی......۔

قارئینِ کرام : اسلام میں تقلید کے نتائج بڑی حد تک خطرناک ثابت ہوئے ہیں جس کا اندازہ آپ مندرجہ ذیل نقصانات کے جھلک سے بخوبی کر سکتے ہیں (کچھ نقصانات ص

......پر موجود ہیں۔

(۱)-تقلید کی وجہ سے انسان قرآن وحدیث کے اسرار ورموز سے محروم رہ جاتا ہے مقلد صرف تقلید کی وجہ سے قرآن وحدیث کے صحیح معنی ومفہوم سے ناواقف رہتا ہے اس بات کو تو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو دینی معاملات میں خاصہ تجربہ ہو۔ مقلد صرف اپنے امام کی باتوں پر اکتفاء کر کے امت کے بقیہ علماء کی علمیت سے استفادہ کرنے سے محروم رہ جاتا ہے

(۲)-تجربہ شاہد ہے کہ صرف تقلید کی وجہ سے انسان یا تو ضعیف اور موضوع روایات کو صحیح ثابت کرنے کی اور صحیح کو ضعیف ثابت کرنے کی گھٹیا کوشش کرتا ہے یا اس کو ایسے غلط معنی کے پیرہن میں ڈھالتا ہے جس کا دین کے کسی دوسرے حکم سے ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر نبی ﷺ نے ہبہ کو واپس لینے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والے کی تشبیہ ایسے کتے سے دی ہے جو قے کر کے دوبارہ چاٹ لیتا ہے۔(بخاری ومسلم)۔

جبکہ بعض احناف اس حدیث کا یہ غلط معنی کرتے ہے: اگر کتے کے لئے قے دوبارہ چاٹنا جائز ہے تو ہمارے لئے ہبہ واپس لینا بھی جائز ہے۔ سوچئے نبی ﷺ کے حکم مقصد کو یہاں کیسے یکسر اُلٹ دیا گیا ہے۔ کمافی اللمعات بحوالہ حاشیہ مشکوۃ (۱/۲۶۰) واللہ المستعان۔

(۳)-تقلید آدمی کو نہ صرف بدعتی بنا دیتی ہے بلکہ اس کو اپنے بدعتی ہونے کا احساس بھی نہیں ہونے دیتی۔ تقلید بذات خود ایسی بدعتِ قبیحہ ہے جو بحیثیت مجموعی امت مسلمہ کے کمزور وجود میں ناسور کی حیثیت رکھتی ہے تاریخ شاہد ہے کہ تقلید جیسی لعنت سے ہمیشہ شریعت اسلامیہ کا مجلّٰی ومصفّٰی آئینہ گرد آلود ہوتا رہا ہے۔

علامہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ''ایضاح الحق الصریح'' ص (۸۱) میں تقلید کو بدعتِ حقیقی قرار دیا ہے۔

(۴)-تقلید کی وجہ سے آدمی کو جھوٹ جیسی لعنت کی عادت پڑ جاتی ہے کیونکہ اکثر نام نہاد علماءِ تقلید کے اثبات میں اللہ تعالی، نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے تقلید کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ اللہ تعالی کی ذات پر صریح جھوٹ ہے۔ کبھی احادیث رسول کی تاویلیں کر کے تقلید کے اثبات کے لیے

سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ شریعت محمد ﷺ تقلید سے مبرا ہے اور کبھی صحابہؓ کو مقلد ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان تقلید سے کہیں اعلیٰ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو نبی ﷺ کے فعل اور فرمان عالی کے مقابلے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ جیسے بلند پایہ صحابہ کی باتوں کو رد کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول موجود ہے:

[یوشك ان تنزل علیکم حجارة من السماء اقول : قال رسول اللہ ﷺ وتقولون : قال ابوبکر وعمر]۔

میں تمہیں نبی ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بات کرتے ہو، مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ آئے''۔

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کو جائز سمجھتے تھے جبکہ ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما حج تمتع کے قائل نہیں تھے۔

یہ صورتحال دیکھ کر کسی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ یہ دونوں بزرگ صحابہ تو حج تمتع کے قائل نہیں ہیں اور آپ اس کے قائل ہیں تو جناب عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: ''ہمارے لئے ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل حجت نہیں بلکہ نبی ﷺ کا قول حجت ہے۔ میں تمہیں نبی ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بات کرتے ہو۔ اگر تمہارا یہی طرزِ عمل وفکر رہا تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو جائے۔

قارئین محترم ! عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تقلید کے رد میں اس بے مثال قول میں سوچنا چاہئے ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو نبی ﷺ کے فرامین کے مقابلے میں کسی بڑے سے بڑے انسان کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے، تو وہ مقلدین کیسے ہوئے اور صحابہ کرام آج کے مقلدین کی طرح بے باک لوگ نہیں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے احادیث کے ساتھ

طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں۔ واللہ المستعان ۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تقلید کی نحوستوں میں سے ایک نحوست یہ ہے کہ آدمی کو جھوٹ کہنے میں مبتلا کر دیتی ہے۔

(۵)- تقلید کی وجہ سے نبی ﷺ اور امت کے علماء کے مراتب کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات ایک عالم کو اتنا بڑھایا جاتا ہے کہ اس کی علمیت کی حدیں مقام نبوّت سے تجاوز کرتی نظر آتی ہیں۔ یہ تقلید ہی کی تو ضلالت ہے جس کی وجہ سے انسان عالم کو نبی کا درجہ دیتا ہے اس کے اقوال کو نبی کے اقوال کے مقابلے میں قابل قدر نگاہوں سے دیکھتا ہے اور نبی کے فرامین کو فراموش کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا اگر کسی نے ایک امام کی بات کو دلیل کی بنا پر رد کیا تو وہ اس پر بہت غصہ میں آتا ہے اور اگر نبی کی بات رد کیجاتی ہے تو اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

اگر کسی نے کہا کہ امام صاحبؒ اس مسئلے میں خطاء ہوگئی ہے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ فلاں حدیث خطاء ہے یا منسوخ ہے یا ہمارے مذہب کیساتھ موافق نہیں تو وہ محقق جانتے ہیں۔

علامہ ابن القیمؒ نے اس کا کیسا بہترین نقشہ کھینچا ہے:

واللہ لو خالفت نص رسولہ	نصا صریحاً واضح التبیان
وتبعتَ قول شیوخھم او غیرھم	کنت المحقق صاحب العرفان
حتی اذا خالفت آراء الرجال	لسنۃ المبعوث بالقرآن
نادوا علیك ببدعۃ وضلالۃ	قالوا وفی تکفیرہ قولان
قالوا انقصت الکبائر وسائر	العلماء بل جاھرت بالبھتان

ترجمہ: اللہ کی قسم اگر آپ اللہ کے رسول ﷺ کی صریح واضح البیان کی مخالفت کریں گے اور مقلدین کے شیوخ اور علماء کی تابعداری کریں گے تو یہ آپ کو محقق اور صاحب عرفان سمجھیں گے ۔

اور جب آپ قرآن مجید میں نازل شدہ قانون کے مقابلے میں ان کے امام کی رائے کی

مخالفت کریں گے۔تو یہ نہ صرف آپ کو بدعتی اور گمراہ کہیں گے بلکہ آپ کی تکفیر میں زبان درازی بھی کریں گے اور کہیں گے کہ نہ صرف آپ نے علماء اور بڑوں کی تنقیصِ شان کی ہے بلکہ صریح بہتان بھی لگایا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ ان اشعار میں مقلدین کی حالت بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ مقلدین کے اماموں کے مقابلے میں صحیح اور صریح احادیث کی مخالفت کریں گے تب تو یہ آپ کو محقق سمجھیں گے لیکن اگر آپ احادیث کی وجہ سے ان کے اماموں کی آراء کو چھوڑیں گے تو یہ کبھی تو آپ کو بدعتی کہیں گے اور کبھی گمراہ۔ بلکہ کبھی تو کافر بھی کہنا شروع کر دیتے ہیں اور علماء کرام کی تنقیص شان کا الزام بھی لگا دیتے ہیں۔

(٦)-تقلید نبی ﷺ کی شریعت پاک سے تجاوز کرنے کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ تقلید کے اثبات کی غرض وغایت ہی یہ ہے کہ نبی ﷺ کی سنت سے لوگوں کو متنفر کر کے کسی امام کے اجتہادی مسائل کا پابند بنایا جائے۔ یہاں حق اور باطل میں امتیاز کہ یا اہم نقطہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ جس کی دعوت اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حق پرست ہے اور جس کی دعوت اولیاء کرام یا علماء کرام کی طرف ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ باطل پرست ہے یا شرک کی بیماری میں مبتلا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی کے مقابلے میں اولیاء کی عظمت لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنا چاہتا ہے یا تقلید کی بیماری موجود ہے کیونکہ یہ علماء کرام کی ایسی صفات بیان کرتا ہے کہ عام لوگ یہ سمجھیں کہ دین کے کسی مسئلے میں بھی یہ علماء غلطی نہیں کریں گے اور بالکل معصوم عن الخطاء ہے۔

گزشتہ تمام بحث کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ تقلید ایک ایسی مضر بیماری ہے جو دین اور ایمان کو داؤ پر لگا دیتی ہے جو سراسر بدعت ہے جس میں ممدوح ہونے کا احتمال ہی باطل ہے۔

جو حضرات لوگوں کو تقلید کی دعوت دیتے ہیں وہ یا تو اسلام کے صحیح تصور سے نا آشنا ہے یا تقلید کے تباہ کن نتائج سے بے خبر ہیں اور یا اس کے انجامِ بد کو سمجھتے ہوئے بھی تعصب وعناد کے ہاتھوں ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔اللہ تعالی ہم سب کو قرآن وحدیث کا پابند بنا دیں (آمین)

دوسری بحث :

یہ بحث مقلدین کے باطل شکوک وشبہات کے جوابات کے بارے میں ہے۔

ہم مکمل ذمہ داری اور وثوق سے کہتے ہیں کہ تقلید کے اثبات کی دلیل نہ قرآن وحدیث میں موجود ہے اور نہ صحابہ کرامؓ کے آثار سے کہیں اس کی دلیل ملتی ہے اس کے برعکس تقلید کا رد قرآن وحدیث میں واضح ہے اور صحابہ کرام کی پوری زندگی تقلید جیسی لعنت کے رد اور بطلان پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے ۔

ہاں : تقلید کے اثبات سے متعلق مقلدین کے دلوں میں شکوک وشبہات شیطان نے ضرور۔ڈالے ہیں۔ اس کے اثبات پر مقلدین کی طرف سے منظر عام پر آنے والی تمام کتابوں میں دو پہاڑوں کی بلند وبالا چوٹیوں کو باہم ملانے کی منافیٔ عقل کوشش کی گئی ہے اور وہ دلائل دیئے گئے ہیں جن کا تقلید کے اثبات سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے کہ دعویٰ تو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا کرتے ہیں لیکن جب دلائل کی باری آتی ہے تو یا تو صحابہ کرامؓ کی اقتداء کا ذکر کرتے ہیں یا کسی بقیدِ حیات عالم سے مسائل کے بارے میں سوالات اور معاملات کو تقلید کا نام دیتے ہیں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے طور طریق کی تابعداری کو تقلید سے تعبیر کرتے ہیں ۔

آئندہ صفحات پر اسکی تفصیل ملاحظہ کیجئے (ان شاء اللہ) اگر اپنے دین کی خیر خواہی کے پیش نظر تعصب اور عناد کو بالائے طاق رکھ کر سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو یقیناً اللہ کے فضل سے تمام شکوک وشبہات رفع ہو جائیں گے۔

ایک اهم نکته : مقلدین کے شبہات ذکر کرنے سے پہلے اس نکتہ کو ذہن نشین کرانا ضروری سمجھتے ہیں: ''ہر بدعتی اپنی بدعت کے جواز کیلئے قرآن وحدیث سے جو دلیل پیش کرتا ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو اسی دلیل میں اس بدعت کا رد موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح مقلدین کی جانب سے تقلید کے اثبات میں پیش کردہ شبہات کی بھی یہی حالت ہے کہ ان کا دوسرا پہلو مقلدین کے مقصود کو باطل کر سکتا ہے''۔ اب نمبر وار مقلدین کے

شبہات مع جوابات ملاحظہ کیجئے !

۱- پہلا شبہہ :

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ (سورة السجدة آيت : ٢٤).

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا تھا ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کا راستہ بتاتے تھے وہ ہمارے آیتوں پر یقین رکھتے تھے"۔

مقلدین کا خیال ہے کہ اس آیت سے تقلید ثابت ہوتی ہے کیونکہ بنی اسرائیل میں بھی امام تھے اور اپنی قوم کی رہنمائی کرتے تھے اور اسی رہنمائی کا نام تقلید ہے۔

جواب : پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور انہی کی حالت اس میں بیان کی گئی ہے جبکہ آپ اس سے چاروں اماموں کی تقلید ثابت کرنا چاہتے ہیں؟۔

دوسری بات یہ ہے کہ لفظ (يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا) خود تقلید کے رد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالی کی مخلوق کو اپنی رائے کی طرف نہیں بلاتے تھے بلکہ "بامرنا" اللہ کے حکم سے ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے اس سے بالکل تقلید ثابت نہیں ہوتی کیونکہ لوگ اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی کی تابعداری کرتے تھے جبکہ تقلید تو کسی خاص امتی کی بات کو بغیر دلیل کے ماننے کا نام ہے۔

قارئین محترم ! قرآن مجید کی آیتوں کا غلط مفہوم بیان کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ یہ ہر مسلمان کے ایمان واسلام کے منافی حرکت ہے۔ جب ہم تقلید کے رد میں قرآن مجید سے آیتیں پیش کرتے ہیں تو ان کو یہ کہہ کر مقلدین جھٹلا دیتے ہیں کہ یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن خود اپنے بعید از حقیقت استدلال نظر نہیں آتے۔

تیسری بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب بھی تو یہی تقلید بنی تھی قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سورة التوبة.

ترجمہ : بنی اسرائیل نے اپنے پیروں اور مولویوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا"۔

بنی اسرائیل کے طرزِ عمل کو دلیل میں پیش کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج کے مقلدین مقہور و مغضوب بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔

۲- دوسرا شبہہ :

مقلدین قرآن مجید کی یہ آیت دلیل میں پیش کرتے ہیں ﴿ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ﴾ سورة العنكبوت (٤٣)

ترجمہ: قرآن مجید کی مثالوں کو صرف علماء حق ہی سمجھ سکتے ہیں۔

جب علماءِ حق قرآن کو سمجھتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ عام لوگ ان سے قرآن سمجھیں گے اور ان کی بتائی ہوئی تشریح کو قبول کریں گے اور یہی چیز تقلید کہلاتی ہے۔

جواب : تقلید سے انسان کی عقل بغض و عناد کی نذر ہو جاتی ہے۔ حقیقی فرزانگی کی دولت سے وہ یکسر محروم ہو جاتا ہے اور یوں وہ عقل سے بے گانہ ہو کر اپنے مدعا کے لئے ایسے دلائل پیش کرتا ہے جو اس کے دعوی کی نفی کے سبب بن جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت سے تقلید کا رد ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالی نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے (علماء کرام جانتے ہیں) جبکہ احناف تو اس سے امام ابو حنیفہؒ کو دین کے تمام مسائل کے سمجھنے کا نایاب طرّہ امتیاز دیتے ہیں۔ امت کے باقی علماء تو ان کی شرمندۂ انصاف نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالی کسی عالم کو قرآن فہمی کی نعمت سے نوازے تو کیا وہ عالم عوام کو اپنی رائے بتائے گا۔ یا قرآن مجید کا مطلب؟ اس آیت میں تو قیاس و آراء کا ذکر تک نہیں آپ اس سے کیسے امام ابو حنیفہؒ کی رائے کا جواز ثابت کرتے ہیں؟۔

اگر غور کیا جائے امام صاحب کی تقلید تو دور کی بات ہے احناف نے تو مقلدین کی تقلید شروع کر دی ہے جیسے شامی، صاحب ہدایہ اور علماءِ دیوبند وغیرہم۔

تیسری بات یہ ہے کہ مقلدین کی تمام تر کوشش امام ابوحنیفہ ؒ کی تقلید ثابت کرنے پر ہوتی ہے اور وہ ان کی فقاہت، زہد وتقویٰ کو عوام الناس کے ذہنوں کی ہموار تختیوں پر مبالغہ آمیزی کی میخوں سے پیوست کرنے میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔

جبکہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن فہمی کی نعمت علماء کرام کو دی گئی ہے۔انہی علماء سے متعلق مقلدین سے ہمارا یہ سوال ہے کہ کیا ان علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو زندہ ہیں یا وہ جو وفات پا چکے ہیں؟۔

اگر اس سے مراد زندہ علماء کرام ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے اثبات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اگر وہ علماء مراد ہیں جو وفات پا چکے ہیں تو تب بھی امام ابوحنیفہؒ کی تقلید ناممکن ہے کیونکہ ان سات براعظموں پر محیط اس کرۂ ارض پر امام ابوحنیفہؒ کی کسی بھی کتاب کا وجود نہیں ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی تشریح اور قرآن کی تفسیر کی ہے۔ لیکن ان کا یہ خیال باطل ہے کیونکہ امام صاحبؒ کی نہ تو احادیث میں کوئی شرح ہے اور نہ کوئی تفسیر لکھی ہے تو یہ تشریح کہاں پر موجود ہے۔اگر احناف فقہ حنفی کو قرآن کی تفسیر اور حدیث کی شرح قرار دیتے ہیں تو ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ ان کا جذباتی اور بے حقیقت بات ہے کیونکہ فقہ کی کسی بھی کتاب سے قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تشریح محال ہے۔لیکن اگر مقلدین کو اصرار ہے تو پھر ہدایہ لیکر ہمیں صحیح بخاری کی شرح اور تفصیل کر کے دیں یا قرآن مجید کی کسی سورۃ کا ہدایہ وغیرہ سے حل پیش کریں ۔یہ بات تو بالاتفاق تمام علماء جانتے ہیں کہ فقہ کی تائید کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل لیئے جاتے ہیں لیکن قرآن وحدیث اپنا معنی ومقصود بتانے میں کسی فقہ کے محتاج نہیں ہیں۔یہ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اے مسلمانو! ذرا تو غور وفکر کرو۔

۳ – تیسرا شبهه:

مقلدین حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں :

قال رسول اللہ ﷺ : اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر .

ترجمہ : نبی ﷺ فرماتے ہیں : میرے بعد ابو بکرؓ وعمرؓ کی اقتداء کرو"۔
(ترمذی : ۲/۲۰۷، مستدرک: ۲/۷۵، مشکوۃ: ۲/۵۶۰)۔
سرفراز صفدر اس حدیث کے بارے میں "الکلام المفید" ص (۹۱) میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے تقلید شخصی ثابت ہوتی ہے۔

جواب : مولانا سرفراز صفدر نے اس حدیث سے جو استدلال کیا ہے اس قسم کے استدلالات کی توقع تو صرف بچوں اور دیوانوں سے ہی کی جاسکتی ہے لیکن جو فرزانگی کی نعمت سے مالا مال ہو کر بھی دیوانوں جیسی حرکت کرے اس کی نام نہاد عقل پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے اس حدیث سے تقلید کو ثابت کرنا ہی جہالت ہے۔ آگ اور پانی کو باہم ملانے کی منافی از عقل کوشش ہے۔ اس حدیث سے تقلید بالکل ثابت نہیں ہوتی مندرجہ ذیل وجوہ سے:

۱- پہلی وجہ: یہاں نبی ﷺ نے امور خلافت کی اقتداء کا حکم دیا ہے نہ کہ امور دین کی جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا۔

۲- دوسری بات یہ ہے کہ بہت سارے مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابو بکرؓ وعمرؓ کے ساتھ اختلاف کیا ہے جیسا کہ کتب حدیث میں انکی بہت سارے مثالیں ذکر ہیں، تو انہوں نے ابو بکر وعمر کی تقلید کیوں نہیں کی؟ تو کیا آپ اس حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بغاوت کا فتوی لگا سکتے ہیں؟۔

۳- تیسری وجہ یہ ہے: کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مانعینِ زکاۃ سے جہاد کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خلیفۂ وقت ابو بکرؓ سے اختلاف ہوا تھا۔ لیکن جب ابو بکرؓ نے دلائل دیئے تو وہ مان گئے اور جہاد شروع کیا۔ تو کیا دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو تقلید کہتے ہیں؟۔

۴- چوتھی بات یہ ہے کہ اگر حقیقتاً اس حدیث سے تقلید شخصی ثابت ہوتی ہے جیسا کہ آپ کا زعمِ باطل ہے تو پھر دنیا میں ابو بکرؓ وعمرؓ کی طرف منسوب مذہب کیوں نہیں؟۔ کیا کوئی اپنے آپ کو مذہباً صدیقی یا عمری کہلانا پسند کرتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟۔

پھر احناف کا مذہب تو صحابہ کرامؓ کی تقلید کو ناجائز سمجھتا ہے جیسا کہ مسلم الثبوت

(۲/ ۴۰۷)وغیرہ میں لکھا ہے۔

مقلدین نے نبی ﷺ کی تابعداری کا انداز بھی نرالہ اپنایا ہوا ہے۔ بقول احناف نبی ﷺ نے اُن کو ابوبکرؓ وعمرؓ کی تقلید کا حکم دیا ہے لیکن یہ اپنی تقلید کے لئے کوفہ جا کر امام ابوحنیفہؒ کا انتخاب کرتے ہیں ۔

۵- پانچویں وجہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جو ابوبکرؓ وعمرؓ نے بیان کئے ہیں لیکن احناف ان کو نہیں مانتے مثلاً ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما قربانی نہیں کرتے تھے جبکہ احناف اس کو واجب سمجھتے ہیں جیسا کہ المحلی لابن حزم (۲/ ۹) میں لکھا ہوا ہے۔

اسی طرح عمر فاروقؓ ''مس المرأۃ'' یعنی عورت کو چھونے سے وضوء کے ٹوٹنے کے قائل تھے۔(مشکوٰۃ: ۱/ ۴۱)۔

جبکہ احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق عمر فاروقؓ فرماتے تھے[جمّعوا حیث کنتم] جمعہ کی نماز ہر جگہ ادا کرو۔جبکہ حنفی علماء کے نزدیک ہر جگہ جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔اس کے علاوہ کتب احادیث میں اور بھی کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں احناف کا ابوبکر وعمرؓ سے اختلاف ہے۔تفصیل کیلئے ہماری مستقل کتاب (احناف اور خلفاء راشدین) دیکھیں۔

بقول احناف اگر نبی ﷺ نے ابوبکر وعمرؓ کی تقلید کا حکم دیا ہے تو پھر احناف کا متعدد مسائل میں ابوبکرؓ وعمرؓ سے اختلاف کیوں ہے؟۔

۶- چھٹی وجہ یہ کہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اقتداء دلائل کی روشنی میں کی جائے گی یا دلائل کے بغیر؟ اگر دلائل کے بغیر کی جائے گی تو پھر چار اماموں کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بس صحابہ کرامؓ کی اقتداء بغیر دلیل کے ہر شخص کرتا۔لیکن اگر مقلدین کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اقتداء بھی دلائل کے مطابق کی جائے گی تو پھر اس اقتداء سے تقلید کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

۷- ساتویں وجہ: اگر اس حدیث کی مخاطب پوری امت ہے تو کیا چار امام اس حدیث پر عمل کریں گے، یا وہ اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہیں ۔

اگر ائمہ اربعہ بھی اس پر عمل کریں گے تو پھر یہ مقلد ہوئے اور آج کے مقلدین مقلدین کے مقلد بنیں ۔ جبکہ یہ حقیقت بھی ہے کہ آج کے حنفی مقلدین امام ابوحنیفہ تو درکنار، صاحب ہدایہ، قاضی خان، بلکہ ابن عابدین کی تقلید کرتے ہیں۔

اگر چاروں اماموں نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا تو آپ نے اس سے تقلید کے وجوب پر استدلال کیسے کیا؟ ممکن ہے یہ حدیث اُن کے نزدیک منسوخ، ضعیف یا خاص ہو، اور اگر آپ کے خیال میں اس حدیث میں ائمہ اربعہ سے خطاب نہیں ہے جیسا کہ سرفراز صفدر نے اس طرف اشارہ کیا ہے تو اس تخصیص اور استثناء کی دلیل کیا ہے؟۔

۸- آٹھویں وجہ یہ ہے: کیا تمام صحابہ کرامؓ ابوبکرؓ وعمرؓ کے مقلد تھے یا ان میں مجتہدین بھی تھے؟ اگر سارے مقلد تھے تو یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ ابن مسعودؓ وغیرہ خود آپکے نزدیک مجتہد تھے (اور یہ حقیقت بھی ہے) اور اگر ان میں مجتہدین بھی تھے تو وہ ابوبکرؓ وعمرؓ کے مقلد تو نہ ہوئے اور اس حدیث کی خلاف ورزی بھی ان سے سرزد ہوئی !!۔

۹-نویں وجہ یہ ہے کہ کیا ابوبکرؓ وعمرؓ سے بھی غلطی کا احتمال ہے یا نہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ معصوم عن الخطاء تھے تو یہ بات آپ کے اپنے اصول کے خلاف ہے کیونکہ آپ کا بھی تو یہ قاعدہ ہے کہ "المجتهد يخطئ ويصيب" (ہر مجتہد کبھی حقیقت تک رسائی حاصل کرتا ہے اور کبھی اسمیں غلطی کر جاتا ہے) اگر آپ ان کی غلطی تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کی غلط اور صحیح بات کو پرکھنے کا معیار کیا ہوگا؟ اگر قرآن اور حدیث کی پہلی اور آخری کسوٹی پر اس کو پرکھا جائے گا تو اس سے تقلید ثابت نہیں ۔اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال کے رد میں دلائل پیش کیئے اور جناب عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

جس طرح کہ عمر فاروقؓ دیوانی عورت پر حد جاری کرتے تھے۔لیکن جب علیؓ کو معلوم ہوا تو آپؓ نے نبی ﷺ کی حدیث پیش کر کے مخالفت کی۔جس کے مقابلے میں عمرؓ نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا۔

(ابوداؤد رقم : ۳۴۹۹)(۲۵۶/۲)۔

اسی طرح جب جناب عمرؓ نے زیادہ مہر دینے سے منع کیا تو ایک عورت نے قرآن کی یہ

آیت پیش کی "وَ آتَیْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَاراً" کہ شوہر اپنی بیوی کو مہر میں خزانہ بھی دے سکتا ہے۔ اور آپ زیادہ مہر دینے سے منع کر رہے ہیں؟ اس آیت کے جواب میں عمرؓ نے رجوع کرلیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔

امام بخاریؒ: عمر فاروقؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وكان وقّافاً عند كتاب الله"۔

یعنی عمرؓ کتاب اللہ سے آگے بڑھنے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔

تو اس حدیث سے تقلید ثابت کرنا بے وقوفی کی علامت ہے نبی ﷺ کی احادیث کا غلط مطلب بیان کرنا اتنا ہی بڑا جرم ہے جتنا کہ جھوٹی حدیث سے گھڑنے کا جرم ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھ لے۔ (بخاری و مسلم)

٤ - چھوتھا شبھہ:

نبی ﷺ کی حدیث ہے:

[رَضِيتُ لَكُمْ مَا رَضِيَ ابنُ أُمِّ عَبْدٍ] (مستدرك: ٣/٣١٩)

جو چیز تمھارے لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرے اسی چیز پر میں تمھارے لئے راضی ہوں۔ مقلدین کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد ابن مسعودؓ کے اقوال پر رکھی گئی ہے۔ جبکہ ابن مسعودؓ کی باتوں سے اللہ کے رسول ﷺ خوش ہیں اور نبی ﷺ کی باتوں پر اللہ تعالی خوش ہیں لہذا اللہ اور رسول ﷺ دونوں فقہ حنفی پر راضی ہیں اور اس سے خوش ہیں۔ (الکلام المفید سرفراز صفدر ص: ۲۹۱)

جواب: قارئین محترم! حسب معمول مذکورہ استدلال میں بھی تقلید جیسے بے ہودہ عمل کے اثبات کے لئے احادیث رسول میں تحریف اور تقوّل علی اللہ والرسول سے کام لیا گیا ہے۔ اس تحریف کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(۱)- کیا اللہ تعالی اور رسول ﷺ ایسی فقہ پر راضی ہو سکتے ہیں؟ جسمیں لکھا ہو

''اصغرھم عضواً'' (امام بننے کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے جس کا ذکر سب سے چھوٹا ہو یا سب سے بڑا ہو (مراقی الفلاح ص:۷۰)۔

کیا اللہ تعالیٰ اس فقہ سے خوش ہوسکتا ہے؟ جس میں کرائے پر حاصل کی جانے والی عورت کے ساتھ زنا کی کوئی حد نہ ہو۔ (فتاوی عالمگیری وغیرہ)۔

کیا اللہ تعالیٰ ایسی فقہ سے خوش ہوسکتا ہے جسمیں شرعی احکام کا مذاق اڑایا گیا ہو۔

ایسی پُر از خرافات فقہ سے تو ایک ادنیٰ قسم کا مومن بھی خوش نہیں ہوسکتا؟ افسوس! آج مسلمانوں میں بھی اللہ کی غیرت کو للکارنے والے پیدا ہوئے جن کے دل میں نہ خوفِ الٰہی رہا اور نہ شرمِ خلق......

(۲)-کیا عبداللہ بن مسعودؓ امت کے لئے فقہ حنفی اور تقلید کے انتخاب پر خوش ہیں یا نبی ﷺ کی سنت اور صحابہ کرامؓ کی اتباع کے انتخاب پر خوش ہیں؟۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: [لا یقلدنّ احدُکم دِیْنَہٗ رجلاً] تاکید پر تاکید لاکر بڑی سختی کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: کہ کوئی مسلمان دین کے معاملے میں کسی بھی آدمی کی تقلید نہ کرے۔

(مجمع الزوائد: ۱/۱۸۰، اعلام الموقعین: ۲/۱۹۴) اسی طرح کتاب ہذا صفحہ نمبر: (۲۷۹) ملاحظہ کیجئے۔

عبداللہ بن مسعودؓ امت کو تقلید سے بچنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: [اُولٰئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ] مشکوۃ (۱/۳۰۲)

تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امت کیلئے نہ تو تقلید پر خوش ہیں اور نہ فقہ حنفی پر۔ اور حدیث کا جو مطلب سرفراز نے بیان کیا ہے وہ سراسر غلط ہے۔

(۳)- **تیسرا جواب** یہ ہے کہ فقہ حنفی میں اکثر مقامات پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوے کے خلاف مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ جس طرح ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے تو وہ دوبارہ وضوء کرے گا (موطأ امام مالک: ۱/۳۱) مشکوۃ (۱/۴۹)۔

جبکہ فقہ حنفیہ کے نزدیک ایسا شخص دوبارہ وضوء کرنے کا پابند نہیں ہے۔ اسی طرح ابن مسعودؓ کے نزدیک جنبی کیلئے تیمّم کا حکم نہیں ہے۔ بخاری (۱/۴۹)۔

جبکہ فقہ حنفی کے نزدیک جنبی تیمم کر سکتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی ہے کہ نماز میں سلام کا جواب ہاتھ کے اشارے سے دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ فقہ حنفی اس کو ممنوع قرار دیتی ہے۔

(فتاوی الدین الخالص: ۱/ ۲۲۷، ابن ابی شیبہ: ۲/۴/۷، مجمع الزوائد: ۲/۸۲)۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے جبکہ احناف کے نزدیک مسجد کو منتقل کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔

(مسند الخلال، مجموعۃ الفتاوی)

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تسبیح کو بدعت سمجھتے ہیں۔

جبکہ احناف کے ہاں جائز ہے۔

(کمافی کتاب البدع والنہی عنہا ص: (۱۰) وفتاوی الدین الخالص: ۱/۲۲۱)

اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ جن کو یہاں بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ حنفیوں کے غلط استدلال کو رد کرنے کیلئے مذکورہ مثالیں ہی کافی ہیں۔ بقول احناف کے اگر نبی ﷺ فقہ حنفی سے صرف اس لئے راضی ہیں کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال پر مبنی ہے تو پھر مندرجہ بالا مسائل میں فقہ حنفی ابن مسعودؓ کے اقوال کی تائید کیوں نہیں کرتی؟۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقلد کو صرف اپنی خواہش سے غرض ہوتی ہے اس کے نزدیک دلیل کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

(۴)- چوتھا جواب یہ ہے کہ کیا صحابہ کرامؓ نے بھی ابن مسعودؓ کی تقلید کی ہے یا نہیں کی؟ اگر کی ہے تو پھر ہم آپ سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن جناب آپ کو مایوسی ہوگی ایسی دلیل آپ سے بن نہ پائے گی کیونکہ صحابہ کرامؓ نعوذ باللہ بدعتی نہیں تھے جو تقلید کی لعنت میں پڑتے۔

لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے ابن مسعودؓ کی تقلید نہیں کی ہے تو پھر جس حدیث سے آپ ابن مسعودؓ کی تقلید ثابت کرنا چاہتے ہیں صحابہ کرامؓ کا عمل تو اس حدیث کے خلاف ہوا اور مقلد صاحب صرف آپ اس حدیث پر عمل کرنے والے رہ گئے۔

(۵)- پانچویں بات یہ ہے کہ کیا ابن مسعودؓ سے غلطی ہوسکتی تھی یا نہیں؟۔

اگر آپ کے خیال میں ان سے غلطی نہیں ہوسکتی تھی تو یہ بات غلط ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعود معصوم عن الخطاء نہیں تھے اور [المجتهد يخطئ ويصيب] کے تحت ان سے غلطی کا احتمال ہر وقت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بعض موقوف باتیں خطاء قرار پائی ہیں۔

جیسا کہ جنبی کے لئے تیمّم کا نہ ہونا۔ حالانکہ جنبی کیلئے بھی تیمّم ثابت ہے۔ لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ ان سے غلطی کا احتمال موجود تھا تو پھر ان کی خطاء اور صواب کو پرکھنے کا معیار کیا ہوگا؟۔

یقیناً یہ معیار صرف قرآن وحدیث ہے۔ اس معیار پر پورا اُترنے کی صورت میں اس کے قول کو لیا جائے گا لیکن یہ قرآن وحدیث کی دلیل کی اتباع کہلائے گی نہ کہ ابن مسعودؓ کی رائے اور اجتہاد کی تقلید۔

(۶)- چھٹا جواب یہ ہے کہ [رضيت لكم ما رضى لكم ابن ام عبد] کیا اس حدیث میں نبی ﷺ نے ابن مسعودؓ کی آراء ماننے کا حکم دیا ہے یا کسی اور چیز؟ اگر اس حدیث میں مامور بہ سے مراد ابن مسعودؓ کی آراء ہیں تو اس سے نعوذ باللہ کسی امتی کی آراء ماننے پر نبی ﷺ کا حکم لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نبی ﷺ کسی کی رائے ماننے کی ترغیب بالکل نہیں دے سکتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: [ستفترق امتى على بضع وسبعين فرقة اعظمها فتنة على امتى قوم ـ قيسون الامور برأيهم فيحرمون الحلال ويحللون الحرام] (مستدرك: ٤/٤٣٠ - وقال صحيح على شرط الشيخين وقال الهيثمى فى المجمع: ١/١٧٩، رجاله رجال الصحيح وابن بطة فى الابانة (١/٢٧٤)،

تعظیم السنة (١٦) ۔

میری امت تقریباً تہتر 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی ان فِرَق ضالہ میں سے میری امت کے لئے سب سے زیادہ فتنے کا باعث وہ فرقہ ہوگا جو اپنی رائے اور قیاس کے ذریعہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیگا۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کا اصل مقصود یہ ہے کہ ابن مسعودؓ میری امت کے کیلئے قرآن وحدیث کی اتباع کو پسند کرتا ہے اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں میری امت کے لوگوں کے دلوں میں بدعت وتقلید کی نفرت اور اہل بدعت وتقلید سے بیزاری کو متمکن کرنا چاہتے ہیں۔ اس بات کو نبی ﷺ بھی پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالی بھی اس سے خوش ہے ہم بھی اس کو پسند کرتے ہیں اور یقیناً ہر مومن اسکو دل سے پسند کرتا ہے۔

(۷)-ساتواں اور آخری **جواب** یہ ہے کہ یہ حدیث مستدرک میں موجود ہے (ص: ۳/ ۳۱۹) جبکہ تقلید کے اثبات کیلئے مولانا سرفراز صفدر اور دیگر حنفی مقلدین نے اس کا ایک ٹکڑا لیا ہے باقی حدیث کو نظر انداز کردیا ہے۔ جس میں تقلید کا رد موجود ہے۔ پوری حدیث یوں ہے :

عن عمرو بن حريث عن ابيه قال قال النبی ﷺ لعبد الله بن مسعود : اقرأ ! قال : اقرأ عليك أنزل ؟ قال : انّی احبّ ان اسمعه من غيری ۔ قال : فافتتح سورة النساء حتى بلغ : فكيف اذا جئنا من كل امة برسول وجئنابك على هؤلاء شهيداً – فاستعبر رسول الله ﷺ وكف عبد الله فقال له رسول الله ﷺ تكلم فحمد الله فی اول كلامه واثنی على الله وصلى على النبی ﷺ وشهد شهادة الحق وقال : رضينا بالله رباً وبالاسلام ديناً ورضيت لكم ما رضى الله ورسوله فقال رسول الله ﷺ : رضيت لكم ما رضى لكم ابن ام عبد]۔

اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ تعالی ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے۔ مزید فرماتے ہیں: میں امت کیلئے وہ کچھ پسند کرتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہو۔

اس مکمل حدیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ امت کے لئے کیا پسند کرتے ہیں اور مقلدین اپنے باطل دعوے کی تائید کے لئے حدیث کا کتنا غلط مفہوم بیان کرتے ہیں واللہ المستعان۔

۵ - پانچواں شبہہ :

بعض مقلدین صحیح بخاری کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک تمہارے درمیان یہ عالم یعنی ابن مسعودؓ موجود ہے تم مجھ سے کوئی مسئلہ مت پوچھو بلکہ ابن مسعودؓ سے پوچھو''اس حدیث کے بارے میں مقلدین کہتے ہیں کہ اس سے تقلید شخصی ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح نبی ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تھا جہاں وہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات دیا کرتے تھے۔ (بخاری : ۲/۹۹۷)

مقلدین اس سے بھی تقلید شخصی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

اسی طرح نبی ﷺ نے مختلف علاقوں میں امیر بھی مقرر کئے تھے جو مقامی لوگوں کے مسائل حل کیا کرتے تھے۔(بخاری: ۱/۱۰۷۶)

اس کے علاوہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: [لم نتجاوزھا] یعنی اگر کوئی معتمد علیہ شخص ہمیں علیؓ کا فتویٰ سنائے تو ہم اس فتویٰ کو قبول کریں گے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے ایک عورت آئی، نبی ﷺ نے اس کو دوبارہ آنے کا حکم دیا تو اُس عورت نے کہا کہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ نہ ہو تو پھر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں نہ ہوں تو پھر ابوبکرؓ کے پاس آؤ!

مقلدین اس حدیث سے بھی تقلید شخصی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تقلید کے اثبات کیلئے اس قسم کے اور بھی بہت سارے دلائل سرفراز صفدر کے ''الکلام المفید'' میں موجود ہیں ص: (۹۴،۹۵)

الجواب : قارئین محترم : محکمات کو چھوڑ کر مقلدین کے یہ بعید از حقیقت استدلالات ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کے مانند ہیں۔مقلدین صحابہ کرامؓ کو ایک ایسے

عمل کا مرتکب ٹھہراتے ہیں جس سے وہ نہ صرف بری ہیں بلکہ خود اس کی تردید بھی کر چکے ہیں ۔صحابہ کرامؓ کے ایمان اور نبی ﷺ سے محبت کی حالت تو یہ تھی کہ وہ نبی ﷺ کی احادیث کے مقابلے میں کسی اور بات کو دیکھنا بھی ایمان کے خاتمے کا پیش خیمہ خیال کرتے تھے جبکہ آج کا مقلد احادیث رسول ﷺ کو پھٹے پرانے کپڑے سے بڑھ کر حیثیت دینا ایمان کا تقاضا خیال کرتا ہے۔

ہم سرفراز صفدر، تقی عثمانی اور اس طرح کے دیگر حنفی مصنفین کی کتابیں پڑھنے سے پہلے ان کی علمیت اور زہد و تقویٰ کے بارے حسنِ ظن رکھتے تھے لیکن:

جب ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو ان کے علم اور تقویٰ کے سارے حقائق ہم پر افشاں ہو گئے اور انکی طبیعت کا شیشہ تقلید و جہالت کے تہہ در تہہ گرد و غبار سے اٹا نظر آیا اگر مقلدین کے مشہور ضدِ عام کھو کھلے علماء کے دین اور اسلامی تصور کی یہ منفی حالت ہے تو پھر ان کے عوام کی حالت کیا ہو گی؟۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اب مقلدین کے مذکورہ شبہات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں :

(ا)- پہلا یہ کہ صحابہ کرامؓ کسی کے مقلد نہیں تھے اس کے بارے کچھ احادیث صفحہ ...... پر موجود ہیں باقی یہاں ملاحظہ کیجئے ۔

قال عمران بن حصین رضی اللہ عنہ : نزلت آیة المتعة فی کتاب اللہ ففعلناها مع رسول اللہ ﷺ ولم ینزل قرآن یحرمه ولم ینه عنها حتی مات، قال رجل برأیه ما شاء قال محمد : یقال انه عمرؓ . (بخاری : ٢/ ٦٤٨).

جناب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں حج تمتع کا حکم نازل ہوا اور ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا نہ قرآن نے ہم کو منع کیا اور نہ نبی ﷺ نے ہم کو روکا ۔یہاں تک کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے لیکن ایک آدمی نے اپنی رائے کے مطابق کچھ اور کہنا چاہا۔محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آدمی جناب عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں عمران بن حصینؓ، عمر فاروقؓ پر رد کر رہے ہیں کہ وہ حج تمتع کے قائل نہیں

تھے۔عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں: جب قرآن وحدیث میں کسی مسئلے کا حل موجود ہو تو پھر کسی بڑے سے بڑے صحابی کا قول اگر اسکے خلاف ہو تو اس کو رد کر دیا جائے چاہے وہ ابوبکرؓ وعمرؓ ہی کیوں نہ ہو۔اسی طرح بخاری میں آتا ہے:۔

اِتَّهِمُوا الرَّأْيَ وفي رواية اتهموا رأيكم على دينكم] (بخارى : ۱۰۸۷/۲)

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دین کے مقابلے میں اپنی رائے کو کوئی اہمیت نہ دو بلکہ اس کو تہمت سمجھو۔یعنی اکثر علماء کی عقل اور رائے حدیث کے خلاف ہوگی لیکن تم حدیث رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرو اگرچہ وہ عقل اور قیاس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ دینی فہم سب سے اعلیٰ ہے۔

اس طرح بخاری (۲۱۹/۱) کی حدیث میں آتا ہے کہ: ایک آدمی ابن عمرؓ سے حجر اسود کے بوسے کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ابن عمرؓ جواب میں فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے۔آدمی نے پھر سوال کیا:

[اَرَاَيْتَ اِنْ زُوْحِمْتُ ارأيت ان غُلِبْتُ] بتائیں اگر میں ہجوم میں پھنس جاؤں یا مغلوب ہو جاؤں تو کیا کروں؟ ابن عمرؓ نے یہ سن کر غصہ میں فرمانے لگے:

اجعل "ارأيتك" باليمن رأيت رسول الله ﷺ يستلمه ويقبله] اپنی رائے یمن پھینک آؤ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور اس کو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

یہ صحابہ کرامؓ کی حالت تھی کہ وہ احادیث رسول ﷺ کے مقابلے پر کسی کی بات کو لینے کے ذرہ برابر بھی قائل نہ تھے۔جبکہ مقلدین احادیث کے ذخیرہ کو ایک امام کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ایک امام کی اطاعت اور مخالفت کو دوستی اور دشمنی کا معیار بنا دیتے ہیں۔ اگر صحیح حدیث کو رد کر دیا جائے تو ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی جبکہ صحیح کے مقابلے پر اگر ان کے امام کی کسی بات کو رد کر دیا جائے تو بے ادب، متعصب اور متشدد کے القاب عطا کرتے ہیں۔ تو محترم قاری! ان کی اس قسم تہمتوں سے نہ گھبرانا اللہ تعالیٰ آپکا معاون ہے۔ان شاءاللہ۔

(۲)-دوسرا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنی آراء کے مطابق تعلیم دیا کرتے تھے یا قرآن وحدیث کے احکام کے مطابق......؟ تو کیا قرآن وحدیث کی تعلیم سے تقلید ثابت ہوتی ہے ؟ کیا مقلدین کے دلوں میں خوفِ خدا اور شرمِ خلق کی معمولی سی رمق بھی نہ رہی؟۔

(۳) - تیسرا جواب یہ ہے کہ کیا صحابہ کرامؓ کسی امیر، کسی خلیفہ یا کسی عالم کی بات مطلقاً مانتے تھے یا قرآن وحدیث کی موافقت میں ان کی بات مانتے تھے؟ اگر قرآن وحدیث کی مطابقت میں مانتے تھے تو یہی ہم کہتے ہیں کی امامانِ دین اور علماء کرام کی باتیں قرآن وسنت کی مطابقت میں مانا کرو۔ لیکن اگر آپ کا خیال ہے کہ وہ مطلقاً ہر کسی کی بات مانا کرتے تھے تو یہ اندھی تقلید ہوئی اور صحابہ کرامؓ کی طرف اس کی نسبت سراسر جھوٹ ہے کیونکہ انہوں نے قرآن وحدیث کے مقابلے پر ایک دوسرے کے اقوال کو رد کیا ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

[فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول] یعنی اگر کسی مسئلے میں تم باہمی اختلاف کا شکار ہو جاؤ تو اس کو قرآن وحدیث پر پیش کرو۔ اختلاف یا تو کسی خلیفہ اور امیر سے ہوتا ہے یا کسی عالم اور مجتہد سے۔ اس کو ختم کرنے والا حل قرآن وحدیث ہے۔

۶- شبھہ :

بعض مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ تم بھی تو علماء کی باتیں مانتے ہو، ان کی کتابوں کے حوالے پیش کرتے ہو۔ جرح وتعدیل کے باب میں ان کی باتیں تسلیم کرتے ہو۔ اسی طرح مفسرین کی تفسیر اور ترجمہ کو بغیر چوں چراں کے مان لیتے ہو۔ علماء دین سے مسائل بھی پوچھے جاتے رہے ہیں۔ چاہے صحابہ کرام کے زمانے میں ہو یا کسی اور زمانے میں ہو۔ یہ تمام صورتیں تقلید کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں۔

جواب : یہ مقلدین کا بڑا اہم شبہ ہے جس کا انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور انتہائی مزخرف طریقے سے تقلید کے اثبات پر اس سے استدلال کیا ہے۔ ایک عالم کی رائے ہوتی ہے اور ایک اسکی روایت ہوتی ہے۔ عالم کی رائے کو بغیر دلیل کے ماننا تو ناجائز تقلید ہے جبکہ اس کی روایت بالقرآن والحدیث کو ماننا تمام امت کے

نزدیک بالا جماع اتباع کہلاتا ہے۔ جس طرح کے علامہ شوکانیؒ نے اسکو "القول المفید فی ادلة الاجتهاد والتقلید" میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح جب کوئی عالم کسی راوی حدیث پر جرح یا تعدیل کرتا ہے اور اُس کی اطلاع آگے امت کو دیتا ہے تو یہ اس کی رائے نہیں ہوتی بلکہ اسکا مشاہدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اُس راوی کے کذب اور کمزوری کو بالمشاہدہ محسوس کرتا ہے پھر اس کی اطلاع مسلمانوں کو دیتا ہے اور دین میں مسلمان کا مشاہدہ قبول کرنا لازمی ہے۔ اگر مقلدین کو فقہ پڑھنے سے فرصت ملی ہو اور اصولِ حدیث کا مطالعہ کیا ہو تو یقیناً جرح وتعدیل کا یہ قاعدہ ان کو مل گیا ہوگا کہ "کس جارح کی جرح مبہمہ اس وقت تک نا قابل قبول ہوگی جب تک اس پر مشاہدہ کی واضح دلیل پیش نہ کی جائے"۔ دونوں میں یہ نہ صرف واضح فرق ہے بلکہ تقلید پر رد بھی ہے۔ اگر تقلید جائز ہوتی تو پھر تمام علماء کسی کی جرح مبہمہ کو بغیر دلیل کے کیوں نہیں مانتے؟ یہ مقلدین پر واضح اور مضبوط رد ہے کہ ایک طرف تقلید کے قائل ہیں اور دوسری طرف جرح مبہمہ ماننے سے انکار بھی کرتے ہیں۔ یا تو جرح مبہم مانیں اور یا تقلید سے تائب ہو جائیں۔ مقلدین کو اپنی بے علمی اور ناقص طرزِ فکر پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اسی طرح تقلید اور کسی عالم سے مسئلہ پوچھنے میں بڑا واضح فرق ہے کیونکہ تقلید دین کے کسی معاملے میں کسی مخصوص امام کی تمام باتوں کو بغیر دلیل کے ماننے کا نام ہے یا پھر کسی امام کے مقلدین کی تمام باتوں کو بغیر دلیل کے ماننے کا۔ جسطرح کہ آج کے احناف شامی، قاضی خان اور صاحب ہدایہ وغیرہ کے مقلدین ہیں۔

استفتاء یعنی کسی ایسے عالم سے مسئلہ پوچھنا جو قرآن وحدیث کا فہم رکھتا ہو یہ صحیح اور جائز ہے۔ اور نبی ﷺ کی سنت کا فہم اور علم اس کے مقصودِ نظر ہوتا ہے نہ کہ یہ عالم۔ کیونکہ یہ تو سنت تک رسائی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور جب سائل کو معلوم ہو جائے کہ اس کو قرآن وحدیث کے مطابق فتویٰ نہیں دیا گیا تو وہ دوسرے عالم کے پاس جاتا ہے اور اس سے کتاب وسنت کے مطابق مسئلہ دریافت کرتا ہے۔ یہ ایک مخالف طرزِ عمل ہے جو تقلید سے سرے سے تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ مقلدین اپنے امام کی غلط باتوں کو بھی صحیح ثابت کرنے کی

سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ زندہ عالم اور فوت شدہ عالم سے مسئلہ پوچھنے میں فرق ہے۔ زندہ عالم سے قرآن وحدیث کے مطابق کسی مسئلہ کے حل کی درخواست کی جاتی ہے اور اگر قرآن وحدیث میں اُس کو مسئلہ نہ ملے تو دوسرے عالم کے پاس جانا پڑتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی انجہانی عالم کی تقلید کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی، کیونکہ اس سے دو بدو (بالمقابل) مسئلہ پوچھا نہیں جاسکتا۔

اگر مقلدین یہ کہیں کہ ان کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ تو کیا ان کی کتب کی موجودگی میں قرآن وحدیث اس قابل نہیں کہ ان کی طرف رجوع کیا جائے جبکہ قرآن وحدیث مکمل دین ہے اور پھر ایک امی آدمی کس طرح امام صاحب کا مقلد بن سکتا ہے کیونکہ وہ نہ تو اس سے دو بدو مسئلہ پوچھ سکتا ہے اور نہ وہ کتابوں کو سمجھ سکتا ہے۔

قارئین محترم : حنفی حضرات امام ابوحنیفہؒ فقاہت اور ان کے فضائل بیان کر کے ان کی تقلید کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب دلائل دینے پر آتے ہیں تو زندہ عالم سے مسئلہ پوچھنے کو تقلید کا نام دیتے ہیں۔ تقلید کے سارے مسائل وہم اور خیالات پر مبنی ہیں۔ حقائق سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

آج کے مقلدین کو تقلید کی پُر خار وادی سے نکل کر اس شاہراہ حق پر قدم رکھنے کی ضرورت ہے جس کو نبی ﷺ نے موصل الی الجنۃ قرار دیا ہے۔ صرف اسی صورت میں مقلدین تحقیق کی اصل حلاوت سے متمتع ہو سکتے ہیں۔

نیز مفسرین کے ترجمے اور تفسیر ماننا بھی تقلید نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک سند پیش کرتے ہیں (جیسا کہ بعض مفسرین کا طریقہ ہے) اگر وہ کسی آیت کی توجیہ اپنی طرف سے کرتے ہیں جو کہ قرآن وحدیث کی موافق ہو تو ہم اس کو مان لیتے ہیں۔ لیکن اگر قرآن وحدیث کی مخالف ہو تو ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تو اندھے نہیں ہیں کہ مفسر کی اچھی اور بری تفسیر دونوں کو بدون تمیز کے مان لیں۔ جب کوئی مفسر یا محدث قرآن وحدیث کی موافق توجیہ بیان کرتا ہے جس میں حکمت کی کوئی بات ہو تو اس کو ماننے

میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ وہ توجیہ یا حکمت کا وہ نکتہ لغتِ عربی سے معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ قرآن وحدیث دونوں عربی زبان میں نازل ہوئے ہیں لہذا اس کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر احناف مفسرین کی تفسیر کو تسلیم کرنا تقلید سے تعبیر کرتے ہیں تو پھر وہ خود اس سعادت سے محروم کیوں ہیں؟ اور اپنے آپ کو ابن جریری یا ابن کثیری وغیرہ کیوں نہیں کہلاتے؟ حالانکہ احناف کی حالت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امت میں کسی اور امام کو عالم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ہم احناف سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں یا مفسرین کے مقلد ہیں؟ اگر امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین ہیں تو پھر مفسرین کی توجیہات کیوں مانتے ہیں؟ یہ تو تلفیق ہوئی (آپ کے خیال میں)۔ اور تلفیق کپڑے کے دونوں پرتوں کو ملانے کا نام ہے اس طرح اپنے مطلب کی کوئی چیز تلاش کرنا اور نہ پانا بھی تلفیق کہلاتی ہے)۔

دوسری بات یہ ہے کہ احناف امام ابوحنیفہؒ کی تفسیر کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کی کوئی تفسیر ہی نہیں ہے یا اگر تھی بھی تو شاید حوادثِ زمانہ کی نظر ہو چکی ہو۔ اور اگر احناف مفسرین کے مقلد ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں؟ یا تو احناف یہ کہہ دیں کہ مفسرین کے ترجمے کو لینا اور ان کی تفسیر کو قبول کرنا تقلید نہیں ہے اور یا امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے دست بردار ہو کر مفسرین کی تقلید کریں۔

مقلدین کا یہ اعتراض بھی اپنی جگہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا کہ ''ہر دور میں علماء سے مسائل کا پوچھا جانا'' چاہے وہ صحابہ کرامؓ کا دور ہی کیوں نہ ہو اس بات کی دلیل ہے کہ تقلید جائز ہے لیکن یہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ صحابہ کرامؓ ایک دوسری کی تقلید کرتے تھے اور ایک دوسرے کو صدیقی، عمری، یا عباسی کہلاتے تھے۔

''ہاں'' آپس میں ایک دوسرے سے قرآن وحدیث کے مسائل پوچھے ہیں۔ قرآن وحدیث کے حکم کے مقابلے پر ایک دوسرے کی آراء کو مسترد کیا ہے اور قرآن وحدیث کو سینے لگایا ہے۔ آج بھی ایسا ہی کرنے کی ضرورت ہے۔

جس طرح کہ ''شاہ اسماعیل شہیدؒ'' نے اپنی کتاب ''ایضاح الحق الصریح ص ص (۲۔

میں لکھتے ہیں: ''اور اپنا طور طریقہ خالص محمدی رکھنا چاہیے اور قدیم سنت نبوی ﷺ پر گامزن رہنا چاہیے اور کسی مخصوص (فقہی) مذہب و مسلک پر چلنے یا کسی مخصوص صوفیانہ طریقہ میں داخل ہونے کو ضروری نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ان فقہی مذاہب اور صوفی طریقوں کو عطار اور پنساری کی دکانوں کی طرح سمجھنا چاہیے کہ جب کسی چیز کی ضرورت پڑی تو ان میں سے کسی بھی دکان سے جا کر لے لی جائے اور اپنے آپ کو صرف محمدی فوج کا سپاہی سمجھنا چاہیے''......الخ۔

۷ - ساتواں شبہہ :

بعض مقلدین تقلید کی تعریف یوں کرتے ہیں:

کسی امام کی بات پر بغیر دلیل کے عمل کیا جائے۔ دلیل اسلئے نہ مانگی جائے کہ وہ امام قرآن وحدیث کی بصیرت رکھتا ہے اور جو مسئلہ اس نے قرآن وحدیث سے اخذ کیا ہے قابل قبول ہے۔ تو ایسی تقلید کرنے میں کیا قباحت ہے؟ (جس طرح کہ مقلدین کے مقلد نے لکھا ہے)۔

جواب : مذکورہ تقلید بھی چند وجوہات کی بنیاد پر قبیح اور غلط ہے:

(ا) - پہلی وجہ یہ ہے کہ اس امام سے دلیل کیوں نہیں طلب کی جائے گی کیونکہ وہ نبی تو نہیں کہ اس کی بات بغیر چوں چراں کے مان لی جائے؟ اس سے تو مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ یہودیوں کی صفت تھی کہ وہ اپنے علماء اور پیروں سے دلیل نہیں طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ کہ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالی سورۃ یوسف میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْ اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾

کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہوں میں اور میرے پیروکار بصیرت پر ہیں۔

بصیرت دلائل کے ساتھ بات کی تہہ تک پہونچنے کو کہتے ہیں۔ بغیر دلیل کے کسی بات کو

مان لینا جہالت کہلاتا ہے کیونکہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر مقلد جاہل ہوتا ہے ۔(تفسیر قرطبی:۲/۲۱۲)۔

(۲) - دوسری وجہ یہ ہے کہ مقلد کو کیسے معلوم ہوگا کہ اس کا امام تمام علماء سے زیادہ جانتا ہے۔ یہ تو اُس وقت ممکن ہے جب مقلد قرآن وحدیث، اقوال صحابہ اور ان کے دلائل سے اچھی طرح واقف اور باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں راجح ومرجوح، صحیح اور ضعیف کو بھی جانتا ہو۔ ایسی صورت میں کسی عالم یا امام کے بارے یہ خیال ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ جانتا ہے لیکن جب آدمی کے علم کی حالت یہ ہو تو اس کو تقلید کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ مقلدین خود کہتے ہیں کہ تقلید جاہل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ شرعی احکام میں اپنے آپ کو جاہل سمجھنے والے مقلدین علماء کی علمی قابلیت جانچنے کے لئے تو بڑے ماہر بن جاتے ہیں اور احکام شریعت کی سمجھ اور فہم سے اپنے آپ کو معذور سمجھتے ہیں۔

(۳) - تیسری وجہ یہ ہے کہ کیا صاحب بصیرت عالم سے غلطی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (ہوسکتی ہے کیونکہ یہ انسانیت اور بشریت کا تقاضہ ہے) تو امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ہم پوچھتے ہیں کہ وہ ممتاز عالم ہونے کیساتھ ساتھ احناف یہ مانتے ہیں کہ اُن سے خطاء ہوسکتی ہے کہ نہیں احناف کی زبان سے جواب یہ کہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی غلطی ہوسکتی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ احناف بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہ کا قول چھوڑ کر صاحبین کے قول پر فتوی دے چکے ہیں اگر فرصت ہو تو فقہ حنفی ذرا مطالعہ کیجئے تاکہ تم کو معلوم ہوجائے کہ بہت سی مسائل میں لکھ چکے ہیں کہ وَالْفَتْوٰى عَلٰى قَوْلِهِمَا ۔ مثلا مزارعہ وغیرہ میں۔

اس کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ خود ایک متکلم فیہ راوی ہے، علماء امت نے اس کو ضعیف راوی کہا ہے۔ آئندہ صفحات پر اس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

امام ابوحنیفہؒ کو امت کے بقیہ تمام علماء کے مقابلے میں سب سے زیادہ دینی بصیرت کا حامل قرار دینے والوں سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب تفاسیر قرآن میں امام ابوحنیفہؒ کی کوئی تفسیر نہیں ہے، کتب احادیث میں ان کی کوئی کتاب نہیں ہے، شروحاتِ حدیث میں ایسی کوئی شرح نہیں ہے جسے ان کی طرف منسوب کیا جائے اور جب دنیا کی لائبریریوں کے

ذخیرہ کتب میں ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جس کو امام ابوحنیفہؒ کا علمی کارنامہ کہا جا سکے تو پھر تم کیسے بر سرِ ممبر امام صاحبؒ کی دینی بصیرت کے لامتناہی دعوے کرتے ہو؟ کتاب وسنت سے تعلق رکھنے والا ہر مسلمان جب تعصب کو بالائے طاق رکھ کر دیگر مذاہب کے مقابلے میں حنفی مذہب کا تجزیہ کرے گا تو یہ حقیقت اس کے سامنے بالکل ظاہر ہو جائے گی کہ حنفی مذہب کے اکثر احکام ضعیف روایات، موقوفات اور مقطوعات پر مبنی ہیں اور صحیح حدیث پر عمل کرنا اس بدنصیب مسلک کی قسمت میں نہیں ہے۔ نصب الرایہ، اعلاء السنن وغیرہ ملاحظہ کیجئے)۔

(احناف کی کتابوں میں یہ اقرار موجود ہے: کہ احناف کے نزدیک موقوف حدیث بھی حجت ہے، مرسل بھی اور ضعیف بھی حجت ہے دیکھے (حدیث اور اہل حدیث) خود ہدایہ وغیرہ کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں: کہ ان معتبر کتابوں میں ساری حدیثیں موضوع ہیں'' ترجمہ مقدمہ عمدۃ الرعایہ مطبع یوسفی ص (۱۲)۔ مولانا یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں: اہل علم جانتے ہیں کہ ہدایہ میں بہت سی روایات بالمعنی ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جن کا حدیث کی کتابوں میں کوئی وجود نہیں ہے۔ ماہنامہ بیّنات دسمبر: ۱۹۸۱ء)

لیکن اس بات کو صرف وہی متبحر عالم سمجھ سکتا ہے جو تعصب سے مبرا ہو۔ ہر طالب علم اور ناقص مولوی اسکو نہیں سمجھ سکتا ہے۔

۸ - آٹھواں شبہہ:

عقل ودانش سے عاری کچھ مقلدین کہتے ہیں کہ دنیاوی نظام، تعلیمی نظام اور گھریلو نظام تقلید ہی کی بدولت بتدریج رواں دواں ہیں۔ مثال کے طور پر اگر امیر لشکر ماتحت سپاہیوں کو کسی لڑائی سے متعلق ہدایت دیتا ہے اور سپاہی صف جنگاں میں صف دشمن کے بالمقابل کھڑے ہو کر جاری لڑائی میں دلیل کا مطالبہ کرے تو یقیناً یہ رویّہ قریب الحصول فتح کو بھی شکست میں بدل دے گا۔ اسی طرح اگر بیوی شوہر کے حکم کی تعمیل کو دلیل سے مشروط کرے تو بیوی کا یہ اقدام جہاں گھریلو تسکین وراحت کا خاتمہ کر دیگا۔ کہتے ہیں: کہ اس سے تقلید ثابت ہو گئی۔

جواب :حقیقت میں تقلید جہالت کی اصل ہے، یہی وجہ ہے کہ مقلدین ایسی بے بنیاد باتیں کرتے ہیں۔معروفات میں امیر کی باتیں ماننا تقلید نہیں بلکہ اتباع کہلاتی ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ اور جو تمہارے امیر ہوں اُن کی اتباع کرو۔

اور حدیث میں آتا ہے: [من اطاع امیری فقد اطاعنی] جس نے میرے امیر کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی۔اس حدیث میں امیر کی اطاعت مذکور ہے نہ کہ مجتہد کی ۔کیونکہ یہ کوئی جگہ نہیں کہ" من اطاع المجتہدین فقد اطاعنی] جس نے مجتہدین کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ امیر اگر امورحسیہ میں سے کسی کام کے کرنے کا حکم کرتا ہے تو اسکے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔لیکن اگر وہ امورِ دین میں سے کسی کام کا حکم کرتا ہے تو اسکی تعمیل کو قرآن وحدیث کی دلیل سے مشروط کیا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ فرماتے ہیں [انما الطاعة فی المعروف] ۔

(امیر کی اطاعت اچھے کاموں میں کی جائے گی نہ کہ سیئات میں۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے : [لا طاعة لمن مخلوق فی معصیة الخالق] خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت حرام ہے۔(ابن ابی شیبہ وغیرہ)

ایسی بے جا باتوں سے احتراز ہی ایک مومن کے حق میں بہتر ہے۔

اسی طرح شوہر اگر اپنی بیوی کو شریعتِ محمدیہ کی موافق کسی کام کا حکم کرتا ہے تو بیوی پر اس کی اطاعت فرض ہے لیکن شریعت کی خلاف ورزی میں بیوی بھی شوہر کی نافرمانی کی مجاز ہے۔جبکہ تقلید امام کی خطاء اور صواب کے ہر بات کو ماننے کا نام ہے۔اسی طرح اسلام نے بیوی کو شوہر کی اطاعت اور خدمت کا مکلف ٹھہرایا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے: [ولو امرها ان تنقل الحجارة من جبل اسود الی جبل ابیض ومن ابیض الی احمر لکانت لها ان تفعله] (مشکوة ۱/۲۸۳) شوہر اگر اپنی بیوی کو حکم کرے کہ وہ پتھر کو ایک پہاڑ سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے پر منتقل

کرے تو اس پر عمل کرنا چاہیے" حالانکہ یہ عبث اور سعی لا حاصل ہے۔ پھر بھی شریعت نے اسکو اطاعت کرنے کی تاکید کی ہے۔

ہم مقلدین سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مجتہدین کی بیویاں بننے کے بجائے قرآن وحدیث کے غلام بن جائیں تاکہ سراسر عزت پر فائز ہو جائیں ۔

۹ - نواں شبهه :

بعض مقلدین کا خیال ہے کہ ترکِ تقلید کے بہت سارے نقصانات ہیں۔ ان اعتراضات کو نمبروار مع جوابات کے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) - سب سے پہلا نقصان تو یہ ہے کہ ترکِ تقلید سے فروعی اور غیر ضروری مسائل ہوتے ہیں۔ نیز یہ کہ ترکِ تقلید فتنہ اور فساد کے برپا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

جواب : سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ دینی مسائل کو باعتبارِ فروعی واصولی تقسیم کرنا بدعت ہے کیونکہ اس کے بارے میں کوئی قاعدہ منضبطہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دین میں غیر ضروری مسائل بھی نہیں ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے مسائل تو اللہ تعالی کے اسماء وصفات اور توحید کو پہچاننا اور نبی ﷺ کے سنت طریقوں پر عمل کرنا ہیں۔ علماء کی باتوں کو شریعت محمدیہ کے ترازو میں تولنا، شرک اور تقلید و بدعت سے امت کو بچانا ہے۔ اسی طرح ہم اللہ کو مستوی علی العرش مانتے ہیں جبکہ احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔ ہم قرآن کو اللہ تعالی کا کلام سمجھتے ہیں جبکہ احناف قرآن کو اللہ تعالی کی مخلوق سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہم ہر جگہ اللہ سبحانہ وتعالی کے علم کے موجودگی کے قائل ہیں جبکہ احناف ہر جگہ اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات کی موجودگی کے قائل ہیں ۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ غیر ضروری مسائل ہیں؟۔

مقلدین کا تو شیوہ یہ ہے کہ وہ فرضی مسائل، خرافات اور بدعات اپنی کتابوں میں لکھتے چلے جاتے ہیں۔ قاضی خان، شامی اور ہدایہ وغیرہ اسی قسم کی شاہکار ہیں۔ دیوبندیوں اور بریلویوں کی اکثر کتابوں میں بدعات وخرافات کی تعفّن آمیز بو پائی جاتی ہے۔

قارئین محترم ! نبی ﷺ کے کسی فرمان کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کے

نزدیک اپنے نبی کا ہر طریقہ محبوب ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ دین کے مسائل بیان کرنے سے فساد پیدا نہیں ہوتا بلکہ حق کو نظر انداز کرنا فتنہ وفساد کا سبب بن جاتا ہے۔

(۲)۔ مقلدین ترک تقلید کا دوسرا نقصان یہ ذکر کرتے ہیں کہ تقلید چھوڑنے کی وجہ سے امت میں تجدد اور اباحت پسندی پیدا ہوتی ہے کیونکہ اس سے ہر آدمی اپنی عقل سے قرآن کی تفسیر اور حدیث کی شرح کرنا شروع کرے گا۔ اور یہ کام اسلام کیلئے نقصان کا سبب بن جاتا ہے۔

جواب :تقلید چھوڑنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان نبی ﷺ کے سنت طریقوں سے محبت کرنا سیکھے اور تلاش حق کے لئے اتنا حریص ہو جائے کہ اس کے حصول کے لئے کبھی ایک عالم کے پاس جائے اور کبھی دوسرے عالم کے پاس جائے اور تلاش حق کی یہ جستجو زندگی کے آخری لمحات تک جاری رکھے۔ لیکن ایک مقلد کو نبی ﷺ کے سنت طریقوں کے مقابلے میں اپنے امام کی آراء اور عقلی دلائل کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اگر صحیح حدیث اُس کے مذہب کے خلاف آتی ہے تو اُس کو مسترد کرنے کیلئے اگر ہزار ہا جوابات وضع کرنے کی ضرورت پڑے تو بھی اس سے گریز نہیں کرتا۔ جبکہ ہم وہ تجدّد اور اباحت پسندی کرتے ہیں جس کی اجازت اللہ تعالی اور نبی ﷺ نے دی ہے محض کسی رائے کی وجہ سے ہم حلال کو حرام نہیں سمجھتے۔

اس کے برعکس مقلدین صرف اُس چیز کو جائز قرار دیتے ہیں جس کی اجازت ان کے امام نے دی ہو۔ اور جو چیز ان کے امام نے حرام قرار دی ہو اُس کو حرام ہی سمجھتے ہیں لیکن دلیل مانگنے کی زحمت کی گوارہ نہیں کرتے کہ یہ چیز حرام کیوں ہے؟ یہ بعینہ وہی بیماری ہے جو یہود ونصاریٰ میں موجود تھی جس کی نشاندہی اللہ تعالی نے اس آیت میں کی ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللهِ ﴾

کہ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا تھا۔ ہم اپنی مرضی سے تجدّد اور اباحت پسندی کے قائل نہیں ہیں۔

یہ کام یعنی ''رائے کو بغیر دلیل کے ماننا'' تو مقلدین ہی کا امتیاز ہے کہ کبھی اپنی رائے زبردستی لوگوں سے منواتے ہیں جس طرح اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں : ''وعندی کذا'' ''میرے نزدیک یوں ہے'' اور کبھی دوسرے علماء کی باتیں لوگوں سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں: "وعند فلان کذا" (فلان کے نزدیک یوں ہے) لیکن اس کے باوجود ہمارے مصفّٰی کردار کو داغدار کرنا فرض سمجھتے ہیں حالانکہ ہم تو قرآن وحدیث کے مقابلے میں آراء اور خیالات کو رد کرنے کی دعوت دیتے ہیں [رَمَتْنِیْ بِدَائِهَا ثُمَّ وَلَّتْ].

اگر مقلدین کا اپنا دامن صاف ہوتا اور ہم ان کی نگاہوں میں معیوب ٹھہرتے تب تو کوئی پرواہ نہیں ہوتی لیکن ستم تو یہ ہے کہ مقلدین نے محض تقلید کی خاطر قرآن وحدیث میں تحریف کرنے اور متبعین کتاب وسنت پر کیچڑ اُچھالنے سے گریز نہیں کیا۔

(۳)۔حقیقت یہ ہے کہ اجماع کی خلاف ورزی سب سے پہلے خود حنفی مقلدین کرتے ہیں۔کیونکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

[اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهٗ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهٗ اَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ اَحَدٍ] . (تعظیم السنة ص : ٢٧، اعلام الموقعین : ٢/٢٨٢)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان کو نبی ﷺ کی صحیح حدیث معلوم ہو جائے تو اس کے لئے یہ بات قطعاً حرام ہے کہ وہ اس حدیث کی مخالفت میں کسی کی رائے کو قبول کرے۔اس کے برعکس مقلدین بغیر کسی استثناء کے اپنے امام کی تقلید کی خاطر نبی ﷺ کے سنت طریقوں سے اعراض کرتے ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقلدین اجماع کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ اجماع کس کو کہتے ہیں اکثر مقلدین اجماع کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اجماع کی کون سے قسم حجت ہے اور کونسی حجت نہیں ہے؟۔

لیکن چونکہ یہ ایک تفصیل طلب مسئلہ ہے اور یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا لہذا بطور ''مشت از خروارے'' دو چار باتیں عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

اجماع کی دو قسمیں ہیں:

(۱)-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ پر اجماع ہو۔

یہ اجماع اس وقت حجت ہے جب یقینِ واثق کے ساتھ معلوم ہو کہ تمام صحابہ کرامؓ کا اس مسئلے میں باہم اتفاق ہے۔

بعض لوگ بلکہ تمام مقلدین جب کسی صحابی کا قول دیکھتے ہیں اور اس کا مخالف ان کو معلوم نہ ہو تو اس کو اجماع کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ زیادتی ہے کیونکہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ مختلف ممالک میں پھیل گئے تھے کچھ شام گئے۔ تو کسی نے عراق کا رُخ کیا اگر کوئی مصر اور خراسان پہنچا تو کسی نے فلسطین کے لئے رختِ سفر باندھا۔ انہیں ممالک سے صحابہ کرامؓ فتوے تو دیا کرتے تھے لیکن دوسرے صحابہ کرامؓ کے اقوال کے ادراک کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔

یہ ایک علمی بات ہے اور مقلدین کے بے جا دعوؤں سے بچنے کیلئے اس کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ مقلدین کے بے محل دعوے اکثر بے چارے نادان لوگوں کی گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔

(۲)-یہ اجماع کی دوسری قسم ہے کہ امت تمام علماء کا کسی مسئلے پر اتفاق ہو لیکن یہ اس وقت امت کے لئے حجت ہوگا جب تمام علماء کے بارے میں علم ہو۔ اور یہ بڑا مشکل کام ہے کیونکہ کسی مسئلے پر تمام علماء کے اجماع کا علم تو کجا...... آج امت یہ معلوم کرنے سے قاصر ہے کہ تاریخ اسلام میں کتنے عالم گزرے ہیں اور وہ کون کون سے ہیں۔

اسی طرح اجماع کی خبر کا متواتر ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ بیان کرنے والا اگر ایک عالم ہو تو یہ خبر واحد ہوئی (جو کہ حنفیہ کے نزدیک حجت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے) اس کے علاوہ اجماع کا ماخذ بھی ضروری ہے کیونکہ امت کے علماء کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک ایسا مسئلہ وضع کریں جس کی اساس قرآن وحدیث میں نہ ہو۔

ہم اجماع کا دعوی کرنے والوں کو یہ چیلنج کرتے ہیں کہ وہ علماء کا وضع کیا ہوا ایک ایسا صحیح مسئلہ پیش کریں جو قرآن وحدیث میں نہ ہو اور اجماع کی شرائط پر پورا اترتا ہو لیکن ان کو

مایوسی ہوگی کیونکہ اس قسم کا مسئلہ دین میں نہیں ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تقلید کی وجہ سے جہالت وگمراہی کے بھنور میں پھنسے ہوئے لوگوں کو اس قعرِ مذلّت سے نکال کر کتاب وسنت کی شاہراہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین (اجماع سے متعلق بیں تحقیقی ابحاث ارشاد الفحول للشوکانیؒ ص (۱۳۱) پر ملاحظہ کیجئے)۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ جو مسلمان تقلید سے اعراض کر کے قرآن وحدیث کا تابعدار بن جاتا ہے اس سے کبھی اجماع کی خلاف ورزی سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔

ہماری دعاء ہے کہ اپنی عاقبت کی خاطر ہر مسلمان اوہام پرستی سے گریز کرے۔

(۴) -مقلدین ترکِ تقلید کا چوتھا نقصان یہ ذکر کرتے ہیں کہ تقلید نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان بےادب بن جاتا ہے۔علماء اور صحابہ کرامؓ پر اس کا اعتماد باقی نہیں رہتا۔**جواب** : یہ رسول اللہ ﷺ کے متبعین پر بہت بڑا بہتان ہے اور ہمیں ایسی بیماری میں مبتلا ثابت کرنے کی ناکام کوشش ہے جو خود مقلدین کے رگ رگ میں سرایت کر چکی ہے ہم علماء کرام کی مدح میں یوں نغمہ سرائی کرتے ہیں :

ورسولـه فهـو الـمطـاع وقولـه	الـمقبـول اذ هو صاحب البرهان
والامر منـه الـحتم لا تخيير فيـه	عـنـد ذي عـقـل وذي ايـمـان
مـن قـال قـولاً غيـره قـمنـا	علـى اقـوالـه بـالسير والميزان
ان وافـقـت قول الرسول وحكمه	فعلى الرؤس تشال كالتيجان
او خـالـفـت هـذا رددنـاهـا على	مـن قـالهـا مَنْ كَانَ مِنْ انسـان
او اشـكـلـت عـنـا تـوقـفنـا ولم	نـحـزم بـلا علـم ولا بـرهـان
هـذا الـذی ادّی الیـه عِلْمُنَـا	وبـه نَـدِيْـنُ اللّٰه كـل اَوَان

القصيدة النونية ص (۱۷۸) لابن القیمؒ

اشعار کا خلاصہ :

مذکورہ بالا اشعار کا حاصل یہ ہے کہ محمد ﷺ کے قول وفعل کی تابعداری کرنا ہر مسلمان پر

فرض ہے۔آپؐ کے احکامات کو ماننا واجب ہے۔کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے جملہ احکامات کا انکار کرے یا اپنے مذہب کے موافق احکام مانے باقی سب چھوڑ دے۔
امت کے علماء کے اقوال سنتِ نبوی ﷺ کے ترازو میں اگر شریعتِ نبویہ کے مطابق ہوئے تو اس کو مان لیا جائے اور اگر وہ شریعت محمدیہ سے مطابقت نہ رکھتے ہوں تو ان کو چھوڑ دیا جائے چاہے وہ قول کسی کا بھی ہو(کیونکہ نبی ﷺ کے فرمودات کے مقابلے میں کسی کی طرف دیکھنا بھی مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا) اور اگر کسی عالم کی بات مجمل ہو تو اس تو قف کرنا چاہے دلیل اور وضاحت کے بغیر اس کو نہیں اپنانا چاہے۔
یہ دین محمدی پر کاربند رہنے کا طریقہ بھی ہے اور علم دینی کا تقاضہ بھی۔
اپنے چوتھے اعتراض میں مقلدین نے بے ادبی کو ترکِ تقلید کا نتیجہ قرار دیا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک امام کے سارے اجتہادی اور غیر اجتہادی مسائل مان کر شریعتِ محمدیہ کے احکامات کو نظر انداز کرنے والے مقلدین زیادہ بے ادب ہیں یا سنتِ نبویہ کے پیروکار......؟

حقیقت یہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کے اقوال حنفی مذہب کے خلاف آتے ہیں تو احناف کہتے ہیں کہ یہ تو صحابہ کی رائے ہے اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔نہ ان کی تقلید جائز ہے۔اس حوالے سے سینکڑوں مثالیں موجود ہیں جو کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔
احناف صرف امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے علاوہ باقی امت کے تمام علماء کی تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں۔اطاعت کے اس طرز کو تقلید شخصی نہیں تو اور کیا کہتے ہیں۔امت کے تمام علماء کو نظر انداز کرنا،ان پر رد کرنا اور ایک ہی عالم کو اپنا امام بنانا ہی تقلید شخصی ہے۔جسطرح کہ صاحب ہدایہ اور باقی تمام مقلد فقہاء نے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے اقوال کو ہر جگہ پر رد کر دیا ہے۔
کسی بھی مقام پر اُن کو راجح نہیں کہا۔تو کیا یہ ائمہ کی بے ادبی نہیں ہے؟ محدثین کے اقوال کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو ایسے راوی کے اقوال ہیں جو اجتہاد سے ناواقف تھے۔
یہ محدثین کی بے ادبی نہیں تو کیا ہے؟۔
جبکہ ہمارا یہ موقف ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ اور علماء کرام کے اقوال کتاب وسنت کے موافق

ہوں تو ہم ان کو دل و جان سے قبول کریں گے اور اگر کتاب وسنت کے خلاف ہوں تو ہم کسی صورت بھی ان کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ہم صحابہ کرامؓ کا احترام کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجتہاد کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ سوائے بے جا وہم کے ترکِ تقلید کے مذکورہ چوتھے نقصان کی بھی حقیقتاً کوئی وقعت نہیں ہے۔

مقلدین کا طریقہ ہے کہ وہ ایک مخصوص امام کی اچھی اور بری تمام باتوں کو قبول کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کسی شاعر کا کہنا ہے:

وَمَا اَنَا اِلَّا مِنْ غَزِیَّةَ اِنْ غَوَتْ

غَوَیْتُ وَاِنْ تَرْشُدُ غَزِیَّةُ اَرْشُدُ

میں تو غزیہ کا تابعدار ہوں اگر وہ گمراہ ہوئی تو میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا اور اگر وہ راہ راست پر چلی تو میں بھی ہدایت پالوں گا۔

یہ حقیقت ہے کہ تقلید حق سے تعصب کا نتیجہ ہے۔ اس کے باوجود مقلدین اپنے آپکو بڑے فخر سے باادب کہتے ہیں۔ حالانکہ جتنی محبت و مودّت اپنے امام کے لئے ان کے دلوں میں ہے اتنی محبت نبی ﷺ کے لئے ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی تقلید و محبت میں احناف کس قدر راندے اور راہ راست سے ہٹ چکے ہیں اس کی معمولی سی جھلک مندرجہ ذیل شعر میں دیکھیئے ۔

عَذْلُ الظَّوَاهِرِ حَوْلَ قَلْبِی التَّائِهِ

وَاَبُوْحَنِیْفَةَ مِنْهُ فِیْ سَوْدَائِهِ

(تنظیم الاشتات)

”کہ اہل ظواہر امام ابوحنیفہؒ کی تقلید پر مجھے جتنا بھی ملامت کرے مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں ہے یہ ملامت وتنقید میرے دل کے اطراف اربعہ گھوم تو سکتی ہے لیکن ...... دل میں موجود امام ابوحنیفہؒ کی تقلید اور محبت پر ضرب کاری نہیں کر سکتی“۔

مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن وحدیث کے پیروکار مجھے اس بات پر لاکھ ملامت کریں کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید پر سنت طریقہ کیوں قربان کرتے ہو؟ تو ان کی یہ ملامت میرے دل

پر کبھی اثر انداز نہیں ہوسکتی ۔ کیونکہ امام صاحب کی محبت میرے دل میں مکمل طور پر بھر چکی ہے اس میں اب کوئی ایسی جگہ خالی نہیں رہی جس میں کسی غیر کی محبت کا شائبہ تک پیدا ہو سکے چاہے وہ کتاب وسنت اور نبی ﷺ کی محبت ہی کیوں نہ ہو۔

قارئین محترم: کسی مسلمان کے دل میں اگر ایمان کی معمولی سی بھی رمق موجود ہوتو وہ اس بات کو ضرور بُرا سمجھے گا اور یہ حقیقت بھی اُس پر طشت از بام ہو جائے گی کہ ائمہ دین کے بےادب غیر مقلدین ہیں یا حنفی مقلدین۔

ہم تو کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اُمت کے عالم دین تھے ۔اپنی استطاعت کے مطابق دین کی بھرپور خدمت کی ہے لیکن امام الانبیاء سے ان کا رتبہ بڑا نہیں ہے۔ان کے وہ تمام اقوال اوراجتہادی مسائل جوشریعت سے متضاد نہیں ہیں ہم بصدق دل قبول کرتے ہیں ۔لیکن وہ اقوال جوقرآن وحدیث سے متضاد ہیں ہم کسی بھی صورت میں قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں حالانکہ ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے امام ابوحنیفہؒ کا احترام کرتے ہیں۔

۱۰ - دسواں شبهه :

مقلدین کا دسواں اعتراض ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور بانی فرقہ منکرینِ حدیث محمد عمر چکڑالوی غیر مقلد تھے اور یہ تقلید چھوڑنے کا نتیجہ تھا۔

جواب :ابوبکروعمروعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مجتہدین بھی تو غیر مقلد تھے وہ تو کتاب وسنت کے تابع تھے اور تقلید سے براءت کا اعلان کرتے تھے۔

غلام احمد قادیانی حنفی المذہب تھے کیونکہ ان کا بیٹا شبیر احمد قادیانی ''سیرت مہدی : ص (۲/۲۹)'' میں لکھتا ہے کہ میرے والد صاحب نے کبھی اہل حدیث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ۔اسی طرح ''تحریک احمدیت'' کا مصنف محمد علی مرزائی لکھتا ہے ''کہ حضرت مرزا صاحب ابتداء سے آخری زندگی تک علی الاعلان حنفی المذہب تھے''۔(تحریک احمدیت : (۱/۱۱) ضرب شدید ص (۲۱) ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک آدمی حق کو قبول کرتا ہے اور دوسرا نام میں یا کسی کام میں

اس کے مشابہ ہوتو اس سے حق والے کی حقانیت پر کیا فرق پڑتا ہے۔یعنی موحدین غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور دہریہ بھی غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے تو کیا اس سے موحدین کی توحید میں نقصان آتا ہے؟ نہیں۔

موحدین اپنی جگہ توحید پرست ہیں اور دہریہ اپنی جگہ الحاد اور دہریت کی دلدل میں میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ اور اس طرح کی اور باتیں جو لغو اور عبث کے زمرے میں آتی ہیں مقلدین اپنی کتابوں میں لکھتے چلے جاتے ہیں۔

۱۱ - گیارھواں شبھہ :

یہ اعتراض مقلدین نے اکثر اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام ابن حزمؒ، امام شوکانیؒ، صدیق حسن خانؒ، ثناء اللہ اور وحید الزمانؒ تمہارے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں اور غیر مقلد بھی تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں بہت سارے غلط مسائل لکھے ہیں اور تم ان کی کتابوں سے بطور حجت حوالے بھی پیش کرتے ہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ان کے مقلد ہو۔ (الکلام المفید سرفراز صفدر ص:۱۷۲)۔

جواب : ہماری دعوت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر قیامت تک کے ہر انسان کی بات اگر قرآن وحدیث کے موافق ہو تو قبول کرنا چاہیئے اور اگر کسی صحابی یا کسی عالم کی بات کتاب وسنت کے منافی ہو تو اس کو رد کر دیا جائے۔ان کا ذاتی احترام اور اکرام تو اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن ان کی باتوں کو قرآن وحدیث کے ترازو میں ضرور تولا جائے گا جبکہ احناف کا طریقہ یہ ہے کہ امام ابن حزمؒ، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور دوسرے علماء کی باتوں کو نہ صرف بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں بلکہ قبیح الفاظ سے ان کے کردار کو داغدار بھی کرتے ہیں۔ نہ ان کو علماء دین مانتے ہیں اور نہ مجتہدین۔ مقلدین نے یہ سوچے بغیر کہ بتقاضائے بشریت ان سے بھی غلطی ہوسکتی ہے ان کو اپنی تنقید کا تختہ مشق بنایا جبکہ علماء اہلحدیث کے خلاف بدزبانی حنفی مکتب فکر کا پسندیدہ موضوع ہے۔

تو یہ ہے ان اعتراضات کا معتبر جواب جو مقلدین اہلحدیث علماء کی کتابوں سے اخذ کرتے ہیں اور غلطی کر جاتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ مقلدین اکثر مسائل کو سمجھتے نہیں ہیں

یہی وجہ ہے کہ وہ ان مسائل کو رد کر دیتے ہیں۔

بقول شاعر: وكم من عائبٍ قولا صحيحاً
وآفته من الفهم السقيم

قول صحیح میں عیب نکالنا پراگندہ سوچ کی علامت ہے۔

اصل میں یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ حنفی مقلدین پر وارد ہوتا ہے جن کی فقہ کتاب وسنت کی مخالفت سے پُر ہے جس میں شرم وحیاء کی حدوں کو پھلانگا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ احناف ان غلط مسائل کی تردید کریں اس کے دفاع میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ ہر ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ احناف قرآن وحدیث کی تابعداری کا علی الاعلان جو دعویٰ کرتے ہیں اس پسِ منظر میں اس دعوے کا کیا مطلب اور کیا حقیقت ہے؟ زبانی دعووں اور عمل میں تضاد منافقت کی علامت نہیں تو اور کیا ہے؟۔

۱۲ - بارھواں شبہہ:

اکثر مقلدین اپنی کتابوں میں قرآن وحدیث کی روشنی میں غیر مقلدین سے چند مسائل کا جواب طلب کرتے ہیں:

(۱)- پہلا سوال یہ ہے کہ نماز میں ''سبحانك اللهم'' پڑھنا فرض ہے واجب ہے یا سنت ہے؟۔

(۲)- دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر نماز میں ''سبحانك اللهم'' کی جگہ ''التحيات لله'' کو پڑھ لیا جائے تو نماز کو دہرایا جائے گا یا سجدہ سہو کیا جائے گا؟۔

جواب: مذکورہ سوالات مندرجہ ذیل چند وجوہات کی بنا پر قطعاً غلط ہیں:

(۱)- پہلی وجہ یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کتاب وسنت میں نہ تو تمام دینی مسائل کے حل کے قائل ہیں اور نہ ہی شریعت محمدیہ کو مکمل ضابطۂ حیات ماننے کے لئے تیار ہیں؟ ورنہ وہ ایسے احمقانہ سوالات نہ کرتے۔ یہ عقیدہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ کہ دین اسلام کو تکمیل واتمام کے ہر

مرحلے سے بڑی کامیابی کے ساتھ رد بصحت گزرا گیا ہے۔
لیکن احناف اس کے باوجود اسلام کو ناقص تصور کرتے ہیں۔ان کی بیمار سوچ پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔بعض مقلدین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ''نصوص سے (قرآن وحدیث کے دلائل سے) دین کا دسواں حصہ بھی ثابت نہیں ہوتا'' ممکن ہے قرآن وحدیث کے بارے میں یہ خیال احناف کا بھی ہو کیونکہ ایک متعصب اور متشدد مقلد کی حیثیت سے اُن سے ایسی باتیں ہونا بعید بھی نہیں ہے۔قرآن وحدیث کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ سوال ہم احناف سے کرتے ہیں۔
(۲)- دوسری وجہ یہ ہے کہ جب قرآن وحدیث میں یہ مسائل نہیں ہیں تو مقلدین نے یہ مسائل کہاں سے ڈھونڈ نکالے۔
اگر ان کے علماء نے قرآن وحدیث سے ہٹ کر اپنی طرف سے بنائے ہیں تو یہ بدعت ہوئی اور بدعت سے ہر مسلمان بےزاری کا اعلان کرتا ہے۔اور اگر یہ مسائل خود ساختہ نہیں بلکہ کتاب وسنت سے مستنبط ہیں تو ہمیں اُن پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ قرآن وحدیث ہمارا منشور ہے اور ہم اس کے تابعدار ہیں۔
رزقنا اللہ ذلك ۔اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں کتاب وسنت کا مزہ چکھایا ہے۔
علاوہ : ازیں ہم کہتے ہیں کہ مقلدین امام ابوحنیفہ سے یہ مسئلہ سند کے ساتھ ثابت کریں کہ اس نے کہا ہو کہ تکبیر افتتاح کے بعد سبحانک اللھم کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے ۔ہم مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ سے دو رکعت نماز تو ثابت کریں۔اگر وہ کہیں کہ فقہاء کی کتابوں میں ہے اور امام صاحب نے نہیں کہا۔تو پھر یہ تو متاخرین کا کمال ہوا اور دعویٰ امام ابوحنیفہ کی تقلید کا ہے۔ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ذرا سوچ تو کرو!۔
(۳)-تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر ان سوالات کے جوابات مقلدین کو نہیں آتے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کسی اور عالم کو بھی معلوم نہ ہوں ۔
''بفضل اللہ تعالی '' ہم ان مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں نکالنے کے اہل ہیں جن کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ ان کا حل قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔بتوفیق

اللہ تعالی وعونہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ " کوئی ہماری نیت پر خودنمائی کا شک نہ کرے۔

یہ بات محض اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم جیسا ادنیٰ طالب علم اس کو حل کرسکتا ہے تو بڑے علماء کرام تو بدرجہ اولیٰ اس کو حل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

دین میں ایسے مسائل بھی ہیں جن کا حل قرآن وحدیث میں نہیں ملتا۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس سے ہر مسلمان کو دست بردار ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بڑی گمراہی کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ وہ مسائل جن کے بارے میں عام طور پر تقلید کے حلقوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ان کا حل قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ ایسے چند مسائل کا حل کتاب وسنت سے پیش خدمت ہے۔

(۱)- نماز میں سبحانك اللھم پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے؟۔

جواب : نماز میں "سبحانك اللھم " پڑھنا نبی ﷺ کا طریقہ ہے اور یہی اس کا حکم بھی ہے کہ اس کو اپنی جگہ نماز پڑھا جائے۔ اس کی فرضیت اور وجوب کے بارے میں پوچھنا بدعت ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام ؓ کا یہ طریقہ نہیں تھا (اور نہ اسلام نے ہمیں اس چیز کا مکلّف ٹھہرایا ہے) بلکہ وہ نبی ﷺ کے عمل کے بارے میں صرف اتنا پوچھتے تھے کہ آپ ﷺ نے یہ کام کیا ہے یا نہیں کیا ہے؟۔ اگر جواب ہاں میں ملتا تو عمل شروع کرتے اور اگر نفی میں جواب ملتا تو اس کو نہ صرف اپنانے سے گریز کرتے بلکہ اگر اپنایا ہوا ہوتا تو چھوڑ دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرض اور واجب کے چکر میں پڑ کر لوگ بے عمل ہو گئے۔ جسطرح کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "الانصاف ص (۳)" پر اسکی طرف اشارہ کیا ہے:

ہمیں اللہ تعالی نے "سبحانك اللھم" کا حکم معلوم کرنے کا مکلّف نہیں ٹھہرایا ہے، ہمارے لئے تو یہی کافی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ لیکن مقلد کے لئے اتنا کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا جہالت زدہ ذہن کسی اور چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔

(۲)- دوسرا سوال یہ ہے کہ نماز میں اگر کوئی "سبحانك اللھم " کی جگہ "التحیات

للہ" پڑھ لے تو یہ نماز دہرائی جائی گی یا سجدہ سہو کیا جائے گا؟۔

جواب : اس کا آسان اور عام فہم جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو کرنا چاہیے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: [فمن زاد او نقص فليسجد سجدتين] (مسلم:۱/۲۱۲)۔

"نماز میں ہر کمی اور زیادتی کے عوض دو سجدہ سہو کرنا ہے۔

(۳)- امام بسم اللہ الرحمن الرحیم "جہراً پڑھے گا یا سرّاً پڑھے گا؟۔

جواب : اس کا جواب یہ ہے کہ امام نماز میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو سرّاً یعنی آہستہ پڑھے گا کیونکہ نبی ﷺ جہراً نماز کو" الحمد للہ" سے شروع کرتے تھے۔ جسطرح کہ انس بن مالکؓ کی روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آتی ہے۔ دیکھئے مشکوۃ (۱/۷۹)۔

اور مقتدی بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا کیونکہ سورۃ فاتحہ اس کے لئے بھی پڑھنا ضروری ہے اور نبی ﷺ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے تھے۔ دیکھئے (مسلم: ۱/۱۷۲)۔

(۴)- جو مسلمان نماز میں رفع الیدین نہ کرے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟۔

جواب :جس کو معلوم ہو کہ یہ عمل محمد ﷺ سے ثابت ہے اس کے باوجود وہ اس سے نفرت کرتا ہے اور نماز میں نہیں کرتا اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور سنت سے نفرت کی وجہ سے وہ مجرم قرار پائے گا اور کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔

لیکن جو شخص نبی ﷺ سے رفع الیدین کے ثبوت کو نہ جانتا ہو اور لاعلمی کی وجہ سے اس کو ترک کرتا ہو اس کی نماز قابلِ قبول ہے۔ کیونکہ وہ اس کے حکم سے بے خبر ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ لاعلمی میں کسی عمل کے ترک کرنے والے پر گرفت نہیں کرتے تھے۔

حدیث عدی بن حاتمؓ معاویۃ بن حکم السلمیؓ اور حدیث ابی ذرؓ اس کی بیّن دلیل ہیں اور جس کو رفع الیدین معلوم ہو اس کو نبی ﷺ کی مستقل سنت بھی مانتا ہو اس کے باوجود اس کو ترک کرتا ہو تو وہ خلاف سنت عمل کرتا ہے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ نبی ﷺ کی سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) فعلی (۲) قولی امری۔ قولی امری پر عمل کرنا ضروری ہے جبکہ فعلی پر

عمل کرنا ضروری نہیں ہے اس کو کرنا باعث ثواب اور بہتر ہے۔

اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾۔

جو لوگ نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔ پس امر وجوب کیلئے ہے جبکہ فعل وجوب کا تقاضہ نہیں کرتا۔ اسی طرح مقلدین کے اور بھی کئی مسائل ہیں جن کے بارے میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا حل قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا حل قرآن وحدیث میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوتا ہے۔ مقلدین کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چونکہ یہ مسائل ہمارے اماموں نے فقہی انداز سے حل کئے ہیں لہذا ان کی تقلید ہر ایک پر فرض ہے لیکن یہ مقلدین ہی کو مبارک ہو۔

مقلدین کے امام جس کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تھے آج وہی کتاب وسنت ہمارے پاس بھی موجود ہے بلکہ احادیث رسول ﷺ ان کی بہ نسبت ہم تک زیادہ پہنچی ہیں۔ بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں جن سے وہ مطلع نہیں ہو سکے تھے۔ مثال کے طور پر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ شوال کے چھ روزوں کو بدعت سمجھتے تھے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ ہمیں اس بارے کوئی حدیث نہیں ملی (موطأ: ۲۰۶)

لیکن الحمدللہ ہم تک صحیح مسلم کی حدیث پہنچی ہے جس میں شوال کے چھ روزوں کے اجر کا ذکر ہے۔ (مسلم ۱/۳۲۹، مشکوۃ ۱/۱۷۹)۔

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاءؒ سے پوچھا کہ امام "ربنا لك الحمد" پڑھے گا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ امام "ربنا لك الحمد" نہیں پڑھے گا اور آگے فرماتے ہیں کہ : ہمیں اس بارے کوئی حدیث نہیں ملی۔

(مسند الامام اعظم ص ۲۱)

حالانکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ باجماعت نماز میں "ربنا لك الحمد" پڑھتے تھے۔ (مشکوۃ: ۱/۱۷۶ :۱۱۳)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء کو ساری حدیثیں نہیں ملی تھی بہت سی حدیثیں ان پر مخفی رہ گئی

تھی۔ان چند مثالوں کونمونہ سمجھئے کیونکہ یہ ہم اپنے حافظے سے تحریر کررہے ہیں۔اگر ہم اس قسم کی مثالیں تلاش کرنا شروع کردیں تو سینکڑوں مثالیں سامنے آجائیں گی۔(ان شاء اللہ)(اس کے لئے دیکھے ہماری کتاب :''احناف اور خلفاء راشدین'' اور ''تناقضات المقلدین'')۔

قارئین محترم :قرآن وحدیث کوناقص نہیں سمجھنا چاہیے اور تقلید کے بجائے ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے قرآن کریم کو پسِ پُشت ڈالنے والوں) کی شکایت اگر نبی ﷺ نے قیامت کے دن کردی اور اللہ تعالی نے پوچھ لیا تو جواب کیا ہوگا؟۔

۱۳ - تیرھواں شبہہ :

حنفیہ کا تیرھواں شبہہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں جن سے حدیثِ ثنائی مروی ہے۔یعنی امام ابوحنیفہؒ اور نبی ﷺ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور فقہ حنفی حدیثِ ثنائی پر مبنی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ حنفی سب سے بہتر اور معتبر ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔ (مقدمہ درس بخاری شریف للشیخ زکریا)

جواب : امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں لیکن'' من حيث الرؤية لا من حيث الرواية'' یعنی امام ابوحنیفہؒ ایسے تابعی ہیں جنہوں نے صغرِ سنی (بچپن) میں صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے لیکن ان سے روایت نقل نہیں کرسکے ہیں۔(کتب اسماء الرجال)

دوسری بات یہ ہے کہ تابعین اور بھی تو بہت سارے ہیں اویس قرنیؒ زبانِ رسالت سے افضل التابعین'' کا خطاب پاچکے ہیں۔سعید بن المسیبؒ ''اعلم التابعین'' کہلاتے ہیں۔ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فقہ حنفی حدیث ثنائی پر مبنی ہے تو اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ مقلدین ہمیشہ خیالات اور اوہام کی ایسی وادی میں مگن رہتے ہیں جسمیں مقلد کے لئے حقائق کی تسکین آمیز مہک سے روح افزائی کا تصور محال ہے۔مقلد میں تحقیق کے مادے کا یکسر فقدان ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بغیر سوچے سمجھے تسلیم کرلیتا ہے۔اگر یقیناً امام ابوحنیفہؒ سے حدیثِ ثنائی مروی ہے تو ہم حنفی مقلدین

سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ حدیث ثنائی ہمیں بھی دکھادیں کیونکہ ہم بھی اس کو دیدہ اشتیاق سے دیکھنے کے خواہشمند ہیں لیکن...... حنفی مقلدین کو مایوسی ہوگی کیونکہ ذخیرہ کتب میں ایسی کسی حدیث کا وجود یکسر معدوم ہے۔

اور اگر احناف کہیں کہ امام صاحب احادیثِ ثنائیہ کو سینے میں چھپائے اس جہاں سے جاچکے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احناف کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باتیں کرنے والے یا تو امام صاحب کے شاگرد ہیں (چونکہ امام صاحب کو فوت ہوئے ساڑھے بارہ سوسال کا لمبا زمانہ بیت گیا ہے اس لئے آج کے حنفی مقلدین کا امام صاحب کا شاگرد ہونا ممکن نہیں) یا عالم الغیب ہیں......اور کچھ نہیں تو اوہام پرست ضرور ہیں حنفی مقلدین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ امام صاحب کا کتب خانہ جلا دیا گیا ہے۔اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ احناف اُس دین پر کاربند ہیں جس کو آج سے سینکڑوں سال پہلے جلایا جاچکا ہے۔(واعجباً)۔

کیا پُر از خرافات اور اخلاقیات کے منافی فقہ احادیثِ ثنائیہ پر مبنی ہے؟ کیا یہ بھی نبی ﷺ نے فرمایا ہے؟ کہ جس کا ذکر بڑا ہو وہ جماعت کرانے کا حق رکھتا ہے۔کیا یہ بھی نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ہبہ دیکر واپس لیا جاسکتا ہے۔کیا یہ بھی حدیث ثنائی کا متن ہے؟ نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تعصب اور سیلِ باطل کی رو میں مقلدین اس قدر بہہ چکے ہیں کہ اب ان کے دل میں نہ شرمِ خلق باقی رہی اور نہ خوفِ الٰہی۔

احناف نے دین کو اوہام کا تابع بنا کر رکھ دیا ہے، اور یہ انسان کی سب سے بڑی غلطی ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ امام صاحبؒ سے کوئی ثنائی روایت منقول نہیں ہے۔اور جو (مسانید) کتابیں ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اس میں ایسی کوئی حدیث نہیں کہ وہ صحیح، متصل اور ثنائی ہو۔

ہمارے پاس یہ مسانید موجود ہیں مطالعہ کے بعد ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں ملی کہ وہ صحیح و متصل ثنائی ہو۔تو احناف کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ فقہ حنفی حدیثِ ثنائی پر مبنی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں باب طبقات کتب الحدیث'' میں مسند

خوارزمی کو جو ''مسند الامام الاعظم'' کے نام سے مشہور ہے چوتھے طبقے میں کرتے ہیں۔ص (۱۳۵)اور فرماتے ہیں :

اما الطبقة الاولى والثانية فعليهما اعتماد المحدثين وحوم حماهما ومرتعهم ومسرحهم ثم قال : واما الرابعة فالاشتغال بجمعها والاستنباط منها نوع تعمق من المتأخرين وان شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة وغيرهم يتمكنون بأدنى عناية ان يلخصوا منها شواهد مذاهبهم فالاقتصار بها غير صحيح فى معارك العلماءِ بالحديث.

فرماتے ہیں : کتبِ حدیث کے بھی متعدد طبقات ہیں۔اول طبقے میں بخاری، مسلم اور موطأ وغیرہ ہیں۔پہلے اور دوسرے طبقے پر محدثین رحمہم اللہ کا اعتماد ہے۔اس کے بعد فرماتے ہیں: کہ چوتھے طبقے پر مشغول ہونا اور اس سے استنباط کرنا متاخرین کا تعمق ہے۔اکثر مبتدعین اس چوتھے طبقے سے اپنے غلط مذہب کے دفاع کیلئے دلائل کا اہتمام کرتے ہیں۔ علماء بالحدیث کے معرکوں میں چوتھے طبقے کی کتب پر اکتفاء کرنا درست نہیں ہے۔مقصد یہ ہے کہ چوتھے طبقے کی روایات اس وقت تک اکیلی دلیل نہیں بن سکتیں جب تک کتب صحیحہ سے اسکی تائید نہ ملے۔

شاہ ولی اللہؒ، امام محمدؒ کی کتاب ''کتاب الآثار'' اور امام ابو یوسفؒ کی ''امالی'' کے بارے میں فرماتے ہیں: **"وان شئت الحق الصريح فقس كتاب الموطأ بكتاب الآثار لمحمد والمالى لابى يوسف تجد بينه وبينهما بعد المشرقين فهل سمعت احداً من المحدثين والفقهاء تعرض لهما واعتنىٰ بهما " حجة الله البالغة (١٣٤).**

فرماتے ہیں: اگر صریح حق کے طالب ہو تو امام مالکؒ کی ''موطاء'' کے ساتھ امام محمدؒ کی کتاب لآثار'' اور امام ابو یوسف کی ''امالی'' کا مقایسہ کر کے دیکھو ان کے باہمی تقابل سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان میں مشرق سے مغرب تک کی دوری پائی جاتی ہے۔کیا کبھی تمہیں یہ سننے کا اتفاق بھی ہوا ہے کہ کسی محدث یا کسی عالم نے امالی اور کتاب لآثار کی

طرف ... یا ان کا اہتمام کیا ہو؟ اسی پسِ منظر میں سوچنا چاہیے کہ اس صورتِ حال کے ... ہو دفقہ ... حدیثِ ثنائی پر کیسے مبنی ہو سکتی ہے؟۔

اگر یہ بات حنفی طلباء کو بتائی جائے تو اس سے وہ بیچارے تو دھوکہ کھا سکتے ہیں لیکن امت کے علماء کو تو اس سے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

امام محمدؒ کی کتاب الآ ثار" کا ہم نے بفضل اللہ تعالیٰ غور سے مطالعہ کیا ہے جس کی حالتِ زار یہ ہے کہ اسمیں کل (۱۰۶۷) روایات ہیں جن میں سے صرف (۱۸۲) روایات مرفوع ہیں۔(۲۳) روایات اس طرح ہیں (عن ابراهيم النخعیؒ عن رسول الله ﷺ) (۴۵۵) اس میں ابراہیم نخعیؒ کے اقوال ہیں۔ کچھ حمادؒ کے اقوال ہیں۔ اور بعض روایات اسطرح ہیں (عن الحسن البصری عن رسول الله ﷺ ......) غرض کہ پوری کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے صحیح استدلال کیا جا سکے۔ اسی طرح امام ابو یوسف کی "امالی" کل (۹۱۶) روایات پر مشتمل ہیں ہے جس میں اکثر روایات مقطوع، موقوف اور مرسل ہیں صرف چند روایات مرفوع ہیں۔ (اگر کسی کو شک ہو تو خود ملاحظہ کیجئے)۔

امام صاحب پر جرح : پھر دوسری بات یہ ہے کہ اصطلاحات المحدثین کی رو سے امام ابو حنیفہؒ کی روایات ضعیف ہیں کیونکہ محدثین نے ان پر جرح کی ہے۔

یہ جرح ہم یہاں نقل کر رہے ہیں لیکن اپنی طرف سے نہیں بلکہ علماء جرح وتعدیل کی کتابوں سے۔

(۱)- قال الامام البخاری فی التاريخ الكبير (٤/٨١) (سکتوا عنه) امام ابو حنیفہؒ کے بارے خاموشی اختیار کی گئی ہے۔

علامہ ابن کثیر مختصر علوم الحدیث ص (۱۱۸) پر فرماتے ہیں: اذا قال البخاری فی الرجل : سكتوا عنه او فيه نظر، فانه فی ادنی المنازل واردئها عنده) جب امام بخاریؒ کسی کے بارے میں کہہ دیں کہ: سکتوا عنه یا فیه نظر "تو وہ انکے نزدیک سب سے ادنیٰ راوی ہوتا ہے۔ الرفع والتكميل ص (۱۸۲)

یہ جرح مفسرہ ہے کیونکہ مسائل المروزی میں آتا ہے (قلت متی يترك حديث

الرجل ؟ قال : اذا كان الغالب عليه الخطأ.

فرماتے ہیں: کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ راوی کی روایت کب ترک کی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: جب اس کی صحت پر خطاء غالب آ جائے۔

(۲)- وقال الامام مسلم فی الکنی والاسماء ص (۳۱) مضطرب الحديث ليس له كبير حديث صحيح.

امام ابوحنیفہؒ مضطرب الحدیث ہے اس کے پاس صحیح حدیث کا کوئی ذخیرہ نہیں ہے۔

(۳)-امام نسائی فرماتے ہیں :''لیس بالقوی فی الحدیث وھو کثیر الغلط علی قلة روایته (کتاب الضعفاء والمتروکین : ۵۸) ۔

امام ابوحنیفہ علم حدیث میں قوی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ سے قلت روایت کے باوجود اکثر احادیث میں غلطیاں ہوئی ہیں۔

(۴)-امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں: "له احادیث صالحة وعامة ما یرویه غلط وتصاحیف وزیادات فی اسانیدها ومتونها وتصاحیف فی الرجال وعامة ما یرویه كذلك ولم یصح له فی جمیع ما یرویه الا بضعة عشر حدیثاً وقد روی من الحدیث لعله ارجح من ثلاثمائة حدیث من مشاهیر وغرائب و كله علی هذه الصورة لانه لیس هو من اهل الحدیث ولا یحمل عمن یکون هذه صورته فی الحدیث" الکامل لابن عدی (۴۰۳/۲)۔

امام ابوحنیفہؒ سے صحیح احادیث بھی مروی ہیں لیکن عام طور پر آپؒ سے جو حدیثیں روایت کی جاتی ہیں وہ غلط ہیں ان کی سندوں اور متنوں میں تصاحیف (غلطیاں) اور زیادات ہیں ۔اس طرح ان کے رجال میں اور عام روایتوں میں بھی تصاحیف موجود ہیں۔ان سے جتنی بھی روایتیں مروی ہیں ان میں سے چند (سترہ ۱۷) روایتوں کے علاوہ باقی تمام ضعیف ہیں۔ غالباً ایک راجح قول کے مطابق آپ سے تقریباً تین سو (۳۰۰) حدیثیں مروی ہیں جن میں مشاہیر اور غرائب موجود ہیں۔ان کی تقریباً تمام روایتوں کی یہی حالت ہے کیونکہ وہ اہل الحدیث میں سے نہیں تھے اور جس کی ایسی حالت ہو اس سے حدیث نہیں لی جاتی۔

(۵)-ابن سعدؒ فرماتے ہیں: "کان ضعیفاً فی الحدیث" الطبقات (۲۵٦/٦) ۔کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث میں کمزور تھے۔

(٦)- امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے اپنے والد احمدؒ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ابوحنیفہؒ کی حدیث ضعیف ہے۔

(۷)- امام ابن ابی حاتمؒ اپنی صحیح سند کے ساتھ ابن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے: "کان ابوحنیفة مسکیناً فی الحدیث" کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث کی دولت سے محروم تھے۔

(۸)- وقال الدارقطنی فی سننه (۲۲۳/۱) - ولم یسنده عن موسی بن ابی عائشة غیر ابی حنیفة والحسن بن عمارة وهما ضعیفان ۔ اس کو موسیٰ بن ابی عائشہؒ سے صرف ابوحنیفہؒ اور حسن بن عمارہؒ نے روایت کیا ہے جبکہ یہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔

(۹)- وذکره الحاکم فی معرفة علوم الحدیث ص (۲۵٦) - ثم قال: فجمیع من ذکرنا هم قوم قد اشتهروا بالروایة ولم یعدوا فی طبقة المتقنین الحفاظ"

امام حاکم معرفة علوم الحدیث" میں امام ابوحنیفہؒ کے تذکرے کے بعد فرماتے ہیں: کہ جن کے بارے میں ہم نے بحث کی وہ اگرچہ روایت کی وجہ سے مشہور ہوئے ہیں لیکن ان کا شمار مضبوط حفاظ کے طبقے میں نہیں ہوتا۔

(۱۰)- عبدالحق اشبیلیؒ فرماتے ہیں: ولا یحتج بابی حنیفة لضعفه فی الحدیث الاحکام الکبری (۱۷/۲)۔

ضعف فی الحدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کی حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔

(۱۱)-وقال الذهبی فی "الضعفاء" النعمان الامام رحمة الله علیه قال ابن عدی: عامة ما یرویه غلط وتصحیف وزیادات وله احادیث صالحة وقال النسائی: لیس بالقوی فی الحدیث کثیر الغلط والخطاء علی قلة روایته وقال

ابن معین : لایکتب حدیثه. (السلسلة (٤٦٥/١٤).

امام ذہبیؒ الضعفاء'' میں فرماتے ہیں: کہ ابن عدیؒ فرماتے ہیں: نعمان بن ثابتؒ (امام ابوحنیفہؒ) کی روایتوں میں تصحیف، زیادات اور غلطیاں ہیں جبکہ چند روایات قدرے بہتر ہیں۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث میں غلطیاں کر گئے ہیں۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں: کہ ان کی حدیث لکھی نہیں جائیگی۔

(۱۲)۔ امام ابن ابی شیبہؒ اپنی ''مصنف'' میں امام ابوحنیفہؒ پر رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اس کتاب الرد علی ابی حنیفۃ میں تردید کا مرکز امام ابوحنیفہؒ ہے۔ (ص :۱۴/۱۴۸)۔

اسی طرح ابونعیم نے بھی ان پر رد کیا ہے ۔(الحلیۃ :۳/۱۱/۱۹۷)۔

عبداللہ بن امام احمدؒ نے بھی ان پر رد کیا ہے۔ (کتاب السنۃ :۱/۱۸۰)

خطیب بغدادیؒ نے بھی رد کیا ہے۔(تاریخ بغداد: ج ۱۳)۔

معلّمی نے بھی ان پر رد کیا ہے۔ (التنکیل : ١٧/١) عمدة الرعاية (٣٤) ۔

امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کا انکار بھی کیا گیا ہے۔

(کما فی التمهید)

ابن قتیبہؒ کی ''تاویل مختلف الحدیث'' میں لکھا ہے ص (۳۷-۳۹):

كان الامام الاوزاعي يقول : لا ننقم على ابى حنيفة انه رأى كلنا يرى ولكنا ننقم عليه انه يجيئه الحديث عن النبى ﷺ فيخالفه الى غيره.

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: کہ ہم امام ابوحنیفہؒ پر اس لئے رد نہیں کرتے کہ وہ رائے سے کام لیتے ہیں کیونکہ رائے ہم بھی قائم کرتے ہیں بلکہ ہم ان پر اس لئے رد کرتے ہیں کہ جب ان کے پاس نبی ﷺ کی حدیث آتی ہے تو ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

عمدۃ الرعایۃ میں شیخ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کی کل سترہ سو (۱۷۰۰) روایتیں ہیں۔

مذکورہ جرح کی روشنی میں اس قول کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث کا ماحصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ صادق بھی ہے اور فقیہ بھی۔

لیکن مذکورہ محدثین کے نزدیک احادیث کے اعتبار سے قوی نہیں ہیں۔اور یہ کوئی بے ادبی بھی نہیں ہے کیونکہ بہت سے نیک اور صلاحیت اور صالحیت کے حامل راوی سیئ الحفظ اور کثیر الخطاء ہوتے ہیں۔جیسا کہ جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ پر کی جانے والی جرح اکثر مقلدین پر گراں گزرتی ہے لیکن عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور غلو فی الصالحین سے پرہیز کرنا چاہیے۔کیونکہ یہ شرک کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر مقلدین نے امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی ہیں جس طرح کہ فتاوی برہنہ ص (۱۸۴/۲) میں لکھا ہوا ہے کہ نعمان بن ثابت کا تذکرہ تورات میں بھی ہے۔معراج میں بھی امام ابوحنیفہؒ موضوع بحث رہے تھے۔اور نبی ﷺ نے امام صاحب کے بارے پیش گوئی بھی کی تھی۔

قارئین کرام ! امام ابوحنیفہؒ امت کے ایک عالم ہیں۔دیگر علماء کے مقابلے میں ان کی عزت وعظمت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن ان کی عظمت کا محل اتنا بھی بلند نہیں کہ نبوت کے قصرِ رفیع سے بھی بالاتر نظر آئے۔ ترفیعِ شان کا یہ انداز کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا اور نہ ہی ان کی شان میں گستاخی کا یہ انداز کسی مسلمان کے شایانِ شان ہے کہ وہ امام صاحبؒ سے بری نسبتوں کا ناطہ جوڑے۔جسطرح کہ بعض متشددین نے ان کی طرف کفر وارتداد کی نسبت کی ناپاک اور مذموم جسارت کی ہے۔

تاریخ بغداد اور عقیلی کی ضعفاء کبیر'' اور عبداللہ بن احمدؒ کی ''کتاب السنة'' میں یہ نسبتیں موجود ہیں۔

مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ فقہ حنفی حدیث ثنائیہ پر مبنی نہیں ہے۔اس کے اکثر مسائل قرآن وحدیث کے مخالف ہیں باوجودیکہ اسمیں بڑی تعداد میں مسائل کتاب وسنت کے موافق بھی ہیں۔فقہ کے تمام مسائل کو پرکھنے کا واحد معیار اور ذریعہ کتاب وسنت ہے اس ترازو میں معیارِ صحت پر پورا اترنے والا ہر مسئلہ ہر مسلمان کے سر آنکھوں پر اسکے علاوہ ہر مسئلے کو ترک کر دیا جائے گا۔

١٤ - چودھواں شبھہ :

بعض مقلدین کہتے ہیں : قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ ﴾.

کاش ہم سنتے یا ہماری عقل ہوتی تو آج جہنم میں نہ ہوتے۔

اس سے مقلدین تقلید ثابت کرنے چاہتے ہیں''نسمع''یعنی ہم مقلدین ہوتے'' نعقل''یا مجتہدین ہوتے ۔

جواب :قرآن مجید کا یہ مفہوم بیان کرنا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور اللہ تعالی پر صریح جھوٹ ہے۔ یہ ہے تقلید کا وہ نقصان کہ مقلد قرآن مجید میں تحریف کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔

جھنم میں تقلید کرنے کا افسوس ھوگا :

اہل جہنم کبھی بھی ایسی تمنا نہیں کریں گے''لو كنا نسمع آراء الرجال وخيالاتهم'' کاش ہم علماء اور اماموں کے خیالات سنتے۔نعقل''یا خود مجتہد بنکر دین میں نئے مسائل ایجاد کرتے۔اہل جہنم تو اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے تھے ان کے طریقہ کار اور خیالات کے پابند تھے اور اپنی عقل کے غلام تھے اس لئے جہنم میں پہنچے۔ یہ آیت کریمہ تقلید کے رد پر دلالت کرتی ہے۔

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ جہنمی یہ افسوس کریں گے کہ کاش ہم کتاب وسنت کی باتیں سنتے یا اس پر سنجیدگی سے غور کرتے تو آج جہنم میں نہ ہوتے۔اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر جہنمیوں کا قول یوں بیان کیا ہے :''﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَائَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴾ (الاحزاب : ٦٦/٢٨)۔

جہنمی کہیں گے :اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہمیں گمراہ کردیا۔ مطلب یہ ہے کہ جہنم میں کسی کو تقلید نہ کرنے کا افسوس نہیں ہوگا بلکہ تقلید کرنے پر افسوس کریگا۔

مقلدین کو چاہئے کہ قرآن مجید کا غلط مطلب بیان کرکے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ بھی تو غیر مقلد تھے، تو کیا ان پر آپ نعوذ باللہ جہنمی ہونے کا فتوی لگانا پسند کریں گے؟ ایسی باتیں کرتے ہوئے مقلدین کو کم از کم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف ہونا چاہیئے ۔ جو لوگ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کو مقلد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ پر صریح بہتان لگانے کا ارتکاب کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں کوئی ایسا صحابی نہیں ہے کہ جس نے کسی ایک عالم کو اپنا امام فی الدین سمجھ لیا ہو۔ قرآن وحدیث میں تحریف کی ہو اور کسی امام کے مذہب کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہو۔ درحقیقت یہ طریقہ صرف آج کے مقلدین ہی کا خاصہ ہے کیونکہ یہ قرآن وحدیث میں تحریف معنوی ولفظی کر کے اپنے مذہب کا دفاع کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کو تقلید ممدوح کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ تقلید ہمیشہ شرک کے لیے پہلا زینہ ثابت ہوئی ہے۔ اس کے باوجود ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق ہمیں ملحد اور بے دین کہتے ہیں۔ تقلید اور جہالت کے مارے ہوئے بدنصیب احناف ہمیں کتاب وسنت کا نافرمان تو کہتے ہیں، لیکن اپنی یہ حالتِ زار اُن کو نظر نہیں آتی کہ سنتِ نبویہ پر عمل کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود کتاب وسنت پر جان نچھاور کرنے والوں پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

قارئین محترم : تقلید اسلام کی بیخ کنی کرتی ہے، تقلید قرآن وحدیث کی مخالف ہے تقلید علماء امت کے احترام کے منافی بھی ہے اور شرک وبدعت کے دلدل کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچانے والی بھی ...... لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ نہ صرف اس سے اپنے آپ کو بچائے بلکہ اس کی مذمت بھی کرے اور تلاشِ حق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے

علماء دین کی ذمہ داریاں :

آج اگر علماء امت کے دلوں میں سنت نبویہ کا احترام موجود ہے تو وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں گے کہ جہاں تقلید کو مسترد کرنا ان پر فرض ہے وہاں رداءِ تقلید میں لپٹے ہوئے مقلدین کو اس کی خوفناک گرفت سے آزاد کرنا بھی اُن پر فرض ہو چکا ہے۔ تقلید کے خاتمے

کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور اسی کا ایمان باللہ والرسول تقاضا بھی کرتا ہے کہ تمام علماء کی باتوں کو قرآن وحدیث پر پیش کیا جائے جو موافق ہوں اس کو قبول کیا جائے اور جو مخالف ہوں اُسے چھوڑ دیا جائے۔

اس مفہوم کو علامہ ابن قیمؒ کے انداز میں کچھ اس طرح پیش کیا ہے:

ما ذا ترى فرضا عليك معينا　　ان كنت ذا عقل وذا ايمان

عرض الذى قالوا على اقواله　　او عكس ذاك فذانك الامران

هى مفرق الطرقات بين طريقنا　　وطريق اهل الزيغ والعدوان

ان اشعار میں علامہ ابن قیمؒ مقلدین سے مخاطب ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر تم ذی عقل اور ذی ایمان ہو تو امامانِ دین کی جن باتوں کو تم نے اپنے اوپر فرضِ عین سمجھ لیا ہے اُن کو احادیثِ رسول پر پیش کر دو۔ لیکن اس کے برعکس اگر تم احادیثِ رسول کو اماموں کے اقوال پر پیش کرو گے تو یہ ہمارے اور اہل زیغ وظلم کے درمیان باہمی فراق ہے۔ کیونکہ ہم احادیثِ رسول کے مقابلے میں کسی امام کے اقوال کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتے۔

۱۵ - پندرھواں شبھہ:

احناف کا پندرھواں مندرجہ ذیل اعتراضات اور سوالات پر مشتمل ہے۔

مقلدین کے کچھ اعتراضات اور محققین کے جوابات:

(۱)- حنفی مذہب تمام مذاہب سے بہتر ہے کیونکہ امام صاحبؒ تابعی تھے۔

(۲)- حنفی مذہب کو چالیس رکنی کمیٹی نے باہمی مشورے سے ترتیب دیا ہے۔ اس لئے یہ بہتر ہے۔

(۳)- امام صاحبؒ کے مذہب میں کونسا مسئلہ غلط ہے؟۔

(۴)- حنفی مذہب کی مثال ایک ایسی نہر کی ہے جو دریا سے الگ ہوتی ہے اور اس سے پورا پورا کام لیا جاتا ہے۔ تو ایسے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانے کی آخر کیا ضرورت ہے؟

(۵)- درحقیقت غیر مقلدین ایک ایسی جماعت ہے جن کا کوئی مذہب نہیں ہے۔

(۶)-انہوں نے مذہب کو بیچ دیا ہے۔

(۷)-تقلید کے بغیر قرآن وحدیث پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

(۸)-امت کا ایک بہت بڑا حصہ اور دنیا کے اکثر ممالک فقہ حنفی کے تابعدار اور سوادِ اعظم کے مقلد ہیں۔

(۹)-امت کے بڑے بڑے علماء فقہ حنفی پر کار بند تھے۔جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، ابن ہمامؒ، عبدالحی لکھنویؒ وغیرہم۔تو کیا یہ علماء دین کی سمجھ سے بیگانے تھے؟۔

(۱۰)-آپ لوگ (غیر مقلدین) امام بخاریؒ کے مقلد ہیں۔اگر ہم نے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کی تو اس میں کونسی بُری بات ہے؟۔

(۱۱)-غیر مقلدین صرف امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر رد کرتے ہیں باقی مذاہب کے بارے میں خاموشی کیوں اختیار کرتے ہیں؟۔

(۱۲)-ہم غیر مقلدین کی تشریحات مانیں یا امام صاحبؒ کی؟ غیر مقلدین کی تقلید کرنے سے امام صاحب کی تقلید لاکھ درجے بہتر ہے۔(کیونکہ آپؒ تابعی تھے)۔

(۱۳)- غیر مقلدین اجتہاد کے قائل نہیں حالانکہ حدیث میں آتا ہے نبی ﷺ نے جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا اور فرمایا:[بما تقضی؟ قال بكتاب الله]الخ یہ ایک لمبی حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اے معاذ !کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ معاذ نے جواب دیا: کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔اگر اسمیں نہ ملے تو حدیث سے کروں گا اگر اس میں بھی مجھے مسئلہ نہ ملے تو پھر خود اجتہاد کروں گا۔یہ حدیث اجتہاد کے جواز پر واضح دلیل ہے لیکن غیر مقلدین اس کے قائل نہیں ہیں۔

(۱۴)- ہر مسئلہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے اس لئے ہم تقلید کرتے ہیں۔بقول غیر مقلدین اگر ہر مسئلہ کتاب وسنت میں ہے تو نانی کی حرمت کی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کریں۔اس کے علاوہ اور بھی کئی مسائل ایسے ہیں جن کا حل قرآن وحدیث میں نہیں ملتا اس لئے ہم تقلید کرتے ہیں کیونکہ یہ مسائل مجتہدین نے حل کئے ہیں۔

(۱۵) - تمام اہل سنت تقلید کے وجوب کے قائل ہیں سوائے چند لوگوں کے جو غیر مقلدین کہلاتے ہیں لیکن ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

جوابات :

مذکورہ بالا تمام شبہات ایسے اوہام اور خیالاتِ فاسدہ پر مبنی ہیں جن کا علماء بالقرآن والحدیث تصور بھی نہیں کر سکتے سوائے مقلدین کے کہ جو ہر سنی سنائی بات کو حقیقت کا درجہ تو دیتے ہیں لیکن حقیقی محقق بننا گناہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا :

[کفی بالمرأ کذباً ان یحدّث بکل ما سمع] (مسلم، مشکوۃ: ۱/۳۱)۔

یعنی جو ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرتا ہے یہ اس کے مستند جھوٹا ہونے پر بیّن دلیل ہے ۔ اب مقلدین کے مذکورہ بالا بزعمِ خویش شبہات اور اعتراضات کے جوابات نمبر وار ہدایت کے طالب بن کر اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ملاحظہ کیجئے۔

(۱) - احناف کا سب سے پہلا اعتراض یہ تھا کہ حنفی مذہب تمام مذاہب سے بہتر ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ حنفی مقلدین کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حنفی مذہب تمام مذاہب سے بہتر ہے؟ کیونکہ مقلد بالاتفاق جاہل اور دین کے تمام مسائل کی سمجھ سے ناآشنا ہوتا ہے۔ اور وہ تقلید بھی اسلئے کرتے ہیں کہ خود کو جاہل سمجھتے ہیں (اور حقیقت بھی ایسی ہے) تو پھر مقلد کس طرح یہ معلوم کر سکا کہ ہمارا مذہب سب سے بہتر ہے؟۔ مجتہدین کے اجتہاد کی صحت اور ضعف کو جانچنے کے لئے تو علم کا ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح کسی مذہب کی صحت کا صحیح اندازہ بھی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ تمام مذہب کے دلائل کے علم اور اسمیں راجح و مرجوح صحیح اور ضعیف کی تمیز کے فن پر مکمل عبور حاصل نہ ہو۔ رہے مقلدین تو وہ اس فن کی مہارت سے مکمل طور پر محروم ہیں۔ ایسی صورت میں حنفی مقلدین کا اپنے مذہب کے اصح (صحیح ترین) ہونے کا دعویٰ سمجھ سے بالاتر ہے ۔ اگر احناف اپنے آپ کو عالم گردانتے ہیں تو پھر خود کو مقلد کہنے کا مطلب کیا ہوا؟ یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ کیا مجتہد اور عالم بھی تقلید کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ حدیث کی مخالفت کی وجہ سے ہم حنفی مذہب کی صحت کے قائل نہیں ہے۔ البتہ بذاتِ خود امام ابو حنیفہؒ

کے عظمتِ مقام کے ضرور قائل ہیں کیونکہ آپؒ تابعی تھے اور خیر القرون سے آپؒ کا تعلق تھا اور چونکہ امام صاحبؒ ہر ایک حدیث نقل نہیں کرتے تھے اس لئے اُن تک حدیثیں کم پہنچیں۔ کیونکہ اس باب میں آپؒ متشدد تھے۔ محمد عمارہؒ کی ''ترغیب وترتیب مقدمہ ص (۱۳) : نیز ابن قتیبہ کی ''تاویل مختلف الحدیث'' ص (۳۷) کے مطابق امام ابوحنیفہؒ اہل الرائے میں سے تھے اس لئے احادیث میں تاویلیں کرتے تھے۔

ابن عبدالبرؒ کی ''تمہید'' اور ابونعیم کی ''حلیۃ الاولیاء ص (۳/۱۱/۱۹۷) دیکھیئے۔

قارئین محترم : مذہب کونسا بہتر اور کونسا باطل ہے۔ اس حقیقت کی نقاب کشائی صرف کتاب وسنت سے ممکن ہے۔ لہذا ہر طالبِ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعصب سے مبرّا ہو کر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر مذہب کی حقیقت پر سنجیدگی سے غور کرے۔ ورنہ مذاہب علماء اور قرآن وحدیث کا تقابل کئے بغیر کسی مذہب کی بہتری اور صحت کا دعویٰ جہالت اور نادانی ہی کی عکاسی ہے۔

تلاش حق میں ناکامی کا بڑا سبب تعصب اور عناد ہے لہذا اس کو بالائے طاق رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر حنفی مقلدین کو تعصب پر اصرار ہے تو ہم اس بیماری کا کیا کریں جو ان کے کردار اور سیرت میں جزءِ لاینفک کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جہاں تک امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کا تعلق ہے تو وہ تابعی ضرور ہیں۔ لیکن من حیث الرؤیۃ تابعی ہیں نہ کہ من حیث الروایۃ۔ ان کی فضیلت اپنی جگہ لیکن کسی کی فضیلت کا اس کے مسائل کی صحت اور ضعف سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ امام صاحبؒ کی فضیلت ان کے مذہب کی صحت کی ضمانت نہیں دے سکتی۔

(۲)۔ مقلدین کا یہ دعویٰ کہ فقہ حنفی کو چالیس رکنی کمیٹی نے باہمی مشورے اور اتفاق سے ترتیب دیا ہے بالکل غلط اور بے جا ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا آپس میں جزئیات، اصول اور قواعد میں اختلاف اس دعویٰ کے بطلان پر دلالت ہے۔

صاحبین یعنی امام ابویوسفؒ اور محمدؒ کا آپس میں اختلاف۔ امام زفرؒ اور حسن بن زیادؒ کا ایک ہی مسئلے کے بارے میں متضاد بیانی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ فقہ جو احناف کے نزدیک ''

متفق علیہ'' مشہور ہے اس کے بانیان اور مرتبین آپس میں اختلاف کے شکار ہیں۔ اس کے باوجود فقہ کو متفق علیہ قرار دینے کا مطلب یا تو ہمیں دھوکہ دینے کی ناکام کوشش ہے یا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو خود اپنی فقہی کتابیں پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ چالیس رکنی کمیٹی کن افراد پر مشتمل ہے؟ علامہ شبلی نعمانیؒ سیرت نعمان ص (۳۹) میں لکھتے ہیں کہ افسوس ہمیں اس کمیٹی کے صرف چند ارکان کے نام مل سکے

تیسری بات یہ ہے کہ اس چالیس رکنی کمیٹی میں سے جن ارکان کا تعلق ہوا ہے ان ہی میں سے کچھ مجہول (غیر معلوم الحال افراد) ہیں کچھ جھوٹے ہیں اور کچھ امام صاحبؒ کے مخالف ہیں (داستان ضعیفہ ص ۳۷)۔

چوتھی بات یہ ہے کہ کتاب وسنت کی مخالفت میں اگر کوئی بات باہم مشورے طے پاتی ہے تو کیا اس کو دین کا درجہ دیا جائے گا؟ کبھی نہیں۔ اکثر مقامات پر فقہ حنفی کا احادیثِ رسول سے اختلاف ہے۔ ان مقامات کو رد کرنا مسلمان پر فرض ہے۔ بعض حنفی محققین نے اُن مسائل کو رد بھی کیا ہے جن میں احادیثِ رسول سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۳)- حنفیہ کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے مذہب میں کونسا مسئلہ ہے جو قرآن وحدیث کے مخالف ہے؟۔

ہمارا خیال ہے کہ اگر حنفی مذہب کو سامنے رکھ کر قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقتِ روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فقہ حنفی کی تدوین میں شریعتِ اسلامیہ سے یکسر اغماض برتا گیا ہے۔ (کتاب ہذا کے ص نمبر ......) پر فقہ حنفی کے ایک سوتین ایسے مسائل ملاحظہ کیجئے جو قرآن وحدیث کے مخالف ہیں) بعض مقلدین ان سوالات کے جوابات دینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر انہیں ہزاروں سال زندگی دی جائے تب بھی ان سوالات کے خاطر خواہ جوابات نہیں دے پائیں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنے مدّعا کے ثبوت کے لئے صریح قرآن وحدیث پیش کیا ہے جس کا جواب احناف کو اگر عمرِ نوح بھی دی جائے تب بھی پیش نہ کر سکیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفی مذہب میں احادیث کا اتنا فقدان ہے جتنا آٹے میں نمک کا بھی نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر ہمارا موقف ہے کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اور اپنے موقف کو قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ احناف اس موقف کے بطلان کے ٹھوس دلائل دینے سے یکسر قاصر ہیں۔ محض اختلافِ لفظی کی رٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ اختلافِ لفظی ہے اصل میں ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی۔ لیکن ان کا یہ موقف بھی باطل ہے کیونکہ یہ نہ صرف وجدان کے خلاف ہے بلکہ قرآن کے بھی خلاف ہے۔ قرآن مجید کی آیت ''ولکن لیطمئن قلبی'' میں اعمال مراد نہیں ہے بلکہ ایمان کی اصل تصدیق مراد ہے۔ اسی طرح شفاعت کی حدیث میں بھی ذرے کے برابر اور دینار کے برابر ایمان کا تذکرہ آیا ہے۔

جواب دلائل سے مزین ہوا کرتا ہے نہ کہ خالی ورق سیاہ کئے جائیں۔ ہماری طرف سے کئے گئے اعتراضات کے جوابات حنفیہ نے بعینہٖ وہی اعتراضات دہرا دیئے ہیں۔ یعنی دلیل نہ پا کر سوال کو جواب کے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر وضوء احناف کے نزدیک نہ عبادتِ مقصودہ ہے اور نہ اسمیں نیت فرض ہے۔ حالانکہ یہ موقف حدیث کے بالکل خلاف ہے (جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ''وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ'' کے بموجب اور نبی ﷺ کی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کے مطابق ہر عمل میں نیت فرض ہے لیکن احناف کے نزدیک وضوء میں نیت فرض نہیں ہے کیونکہ وہ وضوء کو عبادت نہیں سمجھتے۔

میں کہتا ہوں کہ وضوء ایک مستقل عبادت ہے کیونکہ وضوء مومن کی صفت ہے ''ولا یحافظ علی الوضوء الا مؤمن'' نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ وضوء کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔

نیز وضوء عبادت مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ اسمیں نیت فرض ہے۔ کیونکہ طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے جو ایک مستقل عبادت ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ جب کپڑے دھونے میں نیت ضروری نہیں ہے تو وضوء میں بھی ضروری نہیں ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایک عبادت ہوتا ہے اور ایک ترک، دونوں میں فرق ہے،

پس عبادت میں نیت فرض ہے نہ کہ ترک میں یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے ہماری کتاب ''الحق الصریح شرح مشکوۃ المصابیح'' کو رجوع فرمائیں۔

نیز عبادت میں قیاس کو روا رکھنا درست نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اہلحدیث علماء نے ثابت کیا ہے کہ پیشانی پر مسح نہیں ہے۔تو بعض احناف نے قطری بن الفجائۃ کی روایت پیش کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

جمعہ کی نماز ہر جگہ ہوتی ہے۔اپنے موقف کو ہم نے کھل کر حدیث سے ثابت کیا ہے جملہ احادیث میں سے ایک حدیث عمرؓ کی یہ ہے کہ '' جمّعوا حیث ما کنتم ''۔

تم جہاں بھی ہو جمعہ کی نماز قائم کرو۔بعض مقلدین نے اعتراض کیا ہے کہ عمرؓ نے ''اَجۡمِعُوۡا''۔نہیں فرمایا بلکہ '' جَمِعُوۡا '' فرمایا ہے۔

جہالت کے مارے ہوئے بدنصیب مقلد سے ہم کیا گلہ کریں جو قوس اور طریقۂ کتابت تک نہیں جانتے اور بے جا اعتراضات کرتے چلے جاتے ہیں۔حق اور نبی ﷺ کی کی سنت کو دشمنی اور تعصب وعناد پر قربان کر دیتے ہیں۔انہیں صرف نبی ﷺ کی احادیث کو اپنے مسلکی میزان میں تولنا آتا ہے۔حالانکہ نبی ﷺ کی احادیث مولویوں کی باتوں سے کہیں زیادہ واضح اور بے غبار ہیں۔نبی ﷺ علماء کرامؒ سے زیادہ امت کے خیر خواہ ہیں۔آپ ﷺ کی احادیث سنداً صحیح منقول اور ثابت ہیں۔جبکہ مقلدین کے اماموں سے ہر مسئلہ اور ہر بات سنداً صحیح منقول نہیں ہے'' فَأَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ عَنِ الۡحَقِّ '' حق کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔علامہ ابن القیم نظم کے انداز میں فرماتے ہیں۔

فالرب ربٌّ واحد وكتابه حق ... وفهم الحق منه دان
ورسوله قد اوضح الحق المبين ... بغاية الايضاح والتبيان
ماثم اوضح من عبارته فلا ... يحتاج سامعها الى تبيان
والنصح منه فوق كل نصيحة ... والعلم ماخوذ عن الرحمن
فلأیّ شیءٍ یعدل الباغی الهدى ... عن قوله لولا عمى الخذلان
فالنقل عنه مصدق والقول من ... ذی عصمةٍ ما عندنا قولان

والعکس عند سواہ فی الامرین یا من یھتدی ھل یستوی النقلان

ترجمہ : رب تو صرف ایک ہی رب ہے جس کی کتاب برحق ہے اور اس حق کو سمجھنا ہی سراسر عقلمندی ہے۔

۲) اللہ کے رسول نے حقِ مبین کو واضح سے واضح تر اور بیّن سے بیّن تر بنا دیا ہے۔

۳)-عبارتِ حق کو ایسا واضح کر دیا ہے کہ سننے والے کو مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں پڑتی۔

۴) -اُس کی خیر خواہی تمام تر خیر خواہیوں سے بالاتر ہے۔اور اس کا علم رحمٰن سے ماخوذ ہے۔

۵) - تو باغی ہدایت سے اعراض کر کے اس قولِ حق سے کیوں منہ موڑتا ہے اگر وہ اندھا بن کر ذلیل نہیں ہوا ہے؟۔

۶) اُس سے منقول ہر بات تصدیق شدہ اور تائید یافتہ ہے۔اس کی کسی بات میں خطاء کا احتمال نہیں ہے اور ہمارے پاس اس کے علاوہ دوسری بات نہیں ہے۔

۷)-تو اے ہدایت یافتہ ! کیا حق اور حق کا متضاد دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟۔

ہم اگر فقہ حنفی پر کوئی اعتراض کرتے ہیں تو الحمد للہ تعصب اور عناد کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ دینی بصیرت اور غیرت کے پیش نظر کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اسکا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ہم اس بات کو طول دینا نہیں چاہتے اگر کسی کو جواب دینے کا شوق ہو تو بلا تحمل دے سکتا ہے۔انصاف پسند علماء سے اس کی حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔یہ بات بھی مسلّم ہے کہ ہمیشہ حق کے ساتھ باطل کی دعوت بھی مقبول عام ہوئی ہے۔اللہ تعالی سے سلامتی اور بہتری کی دعا کرتے ہیں۔

(۴)- جہاں تک حنفیوں کی اس بات کا تعلق ہے کہ ہمارا مذہب ایک ایسی نہر ہے جس سے پورا کام لیا جا سکتا ہے تو اس کی موجودگی میں دریا کے پاس وضوء کے لئے جانے کی آخر کیا ضرورت ہے۔یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نہر کے ساتھ آراء، قیاس اور فضول فرضی مسائل کی گندگی بھی مل گئی ہیں جس کی وجہ سے یہ پانی گندہ ہو چکا ہے۔لہذا صرف اس پر

اکتفاء کرنا مناسب اور درست نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دین کے معاملے میں بھی یہ مثال درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً﴾ اے ایمان والو! دین میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔۔

دینی مسائل کی مثال لباس کی طرح ہے جس کو پورا پہننا پڑتا ہے یہ نہیں کہ قمیص کی صرف ایک آستین پہن لے باقی قمیص کو نہ پہنیں ورنہ ایسا آدمی پاگل اور دیوانہ سمجھا جائے گا

قارئین محترم : جب پورا دین فقہ حنفی میں منحصر نہیں ہے تو کیوں لوگوں کو بحرِ علوم سے پھیر کر ایسی باتوں کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(۵)- جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ غیر مقلدین کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ تو یہ دعویٰ بھی بغیر دلیل کے ہے۔ کیونکہ ہمارا مذہب قرآن وحدیث ہے جس سے بڑھ کر کوئی اور صحیح مذہب روئے زمین پر نہیں ہے۔ دیگر مذہب میں غلط مسائل کی بہتات ہے لیکن کتاب وسنت کے مذہب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ ہمارا مذہب عقلِ سلیم اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ صحابہ وتابعینؒ کا بھی یہی دین تھا وہ کسی فقہ یا خاص امام کے تابع نہ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

ہم مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ قرآن وحدیث میں کوئی غلط مسئلہ ہو تو دکھائیں؟۔

مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ کتاب وسنت نامکمل دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ فلاں مسئلے کے بارے اگر قرآن وحدیث کا حکم ہو تو دکھاؤ۔

حنفیہ کے کہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث میں ان مسائل کا وجود ہی نہیں ہے حالانکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ یہ مکمل دین ہے۔

قارئین محترم : قرآن وحدیث کو ناقص سمجھنے والے یا تو گمراہ ہیں یا کافر ہیں۔

لہذا اپنے آپ کو اس موجبِ کفر وضلالت عقیدے سے بچائیں۔ کیونکہ قرآن وحدیث ایک مکمل ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں ہے۔ اور جہاں تک اجتہاد کا سوال ہے تو وہ قیامت تک باقی رہیگا۔ لیکن بعض مقلدین کا خیال ہے کہ اجتہاد چوتھی صدی

ہجری میں ائمہ اربعہ کے ساتھ ختم ہوگیا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔
(دیکھیے فتاوی الدین الخالص: ۲/۲۴-۲۷)۔
اسی طرح دیکھئے علامہ سیوطیؒ کی کتاب "کتاب الرد علی من اخلد الی الارض وجھل ان الاجتھاد فی کل عصر فرض"
(۶) - ہمارے بارے میں یہ خیال رکھنا کہ ہم نے دین کو دولت کے عوض فروخت کرلیا ہے۔ سراسر بہتان اور الزام تراشی ہے۔
یہی الزام مشرکین عرب نبی ﷺ پر لگاتے تھے۔ آج کے مشرک بھی مشرکین عرب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے موحدین پر ایسے الزام لگاتے ہیں۔
لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے کچھ موحد بھائی جہالت اور عناد کی وجہ سے ہمیں ایسا ہی موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ تم نے پیسوں کی خاطر دین کو پس پشت ڈال دیا ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک بندہ حق کو قبول کر کے باطل تقلید کو چھوڑتا ہے اور کوئی اس کو کچھ مال بھی دیتا ہے تو اس میں کیا نقصان ہے۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں نے دینار و درہم کے لئے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ یہ بہتان ہے کیونکہ اس نے مذہب کو نہیں بلکہ تقلید نامی جہالت و بدعت کو چھوڑا ہے جس میں سراسر کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ میں تحریف کی جاتی ہے اور اقوالِ غیر سے اس کا مقابلہ کرایا جاتا ہے۔ خصوصاً آج جو تقلید مرّوج ہے وہ سراسر گمراہی، دین میں تحریف اور قرآن وحدیث کا کھلم کھلا مقابلہ ہے۔ اس کو دینی بصیرت کے حامل اور فقہی کتابوں کا مطالعہ رکھنے والے علماء بخوبی جانتے ہیں۔ دراصل اس حقیقت سے وہی لوگ واقف ہیں جو مقلدین کی کتابوں اور شروحات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ھدایہ، تنظیم الاشتات شرح مشکوۃ، بذل المجھود، خزائن الاسرار، آثار السنن، عرف الشذی، اعلاء السنن، فتاوی دیوبند، احسن الفتاوی، شامی ردالمحتار اور درسِ ترمذی وغیرہ۔ ان کتابوں کے ایک ایک ورق پر ہر مسئلے میں قرآن وحدیث کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ اگر تعصب اور عناد سے کنارہ کش ہوکر ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو احناف کا یہ رُخ ہر

عام وخاص کونظر آئے گا۔

ہمارے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ان کتابوں میں مذکورہ تمام مسائل غلط ہیں۔ان میں بہت سے مسائل صحیح بھی ہیں اوران سے فائدہ اٹھانا چاہیے لیکن ان کی بے شمار خطاء اور غلط تاویلات سے بچنا بھی ضروری ہے۔

(ے)- یہ کہنا کہ ''تقلید کے بغیر کتاب وسنت پر عمل ممکن نہیں ہے'' غلط ہے۔اگر بالفرض یہ بات صحیح ہوتو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جولوگ اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اورامام صاحبؒ اوراس کے مذہب سے نا آشنا ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔کیا وہ مسلمان اور جنتی ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان اور جنتی نہیں ہے تو یہ بات سراسر غلط ہے احناف بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان بھی ہیں اور جنتی بھی تو معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے تقلید کرنا ضروری نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی نہ تو کوئی تفسیر ہے اور نہ ہی حدیث کی کوئی شرح ہے تو آپ امام صاحبؒ کی تقلید کو عمل بالقرآن والسنہ سے کیسے تعبیر کر سکتے ہیں؟۔

(۸)-احناف کا کہنا ہے کہ ''اکثر مما لک فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں'' لیکن ہمارا خیال ہے کہ دین میں اکثریت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔دین میں اصل اعتبار دلیل کا ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ﴾ الانعام.

اللہ تعالی اپنے نبی سے مخاطب ہیں کہ اگر آپ نے بھی اکثریت کی تابعداری کی تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے ہٹادیگی۔باطل پرستوں کے ایسے ہی دلائل ہوتے ہیں۔(۱) اکثریت کی اتباع (۲) ظن کی اتباع (۳) ذہنی توہمات اور اٹکل کی اتباع (۴) باپ دادا کی اتباع۔اور تقریباً یہ عام دلائل مقلدین کے بھی ہیں۔اکثر مقلدین کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا ہے کہ ''ہم اتنے زیادہ ہیں جبکہ غیر مقلدین تو گنتی کے چند افراد ہیں'' کہتے ہیں: ہمارا مذہب سب سے بہتر ہے لیکن جب کوئی حدیث ان کے مذہب کے خلاف آتی ہے تو کہتے

ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ منسوخ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ توہّمات پرست ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں: کیا بڑے ان مسائل کو نہیں سمجھتے تھے جو تم آ کے آج ان مسائل کی بات کرتے ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ اکثر ممالک احناف نہیں بلکہ عرب ممالک، افریقی ممالک، الجزائر، مصر اور عراق وغیرہم یہ سارے ممالک اہلحدیث ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں بھی اہلحدیثوں کی کمی نہیں ہے۔ اللہ کے فضل سے دن بدن ان میں اضافہ ہو رہا ہے اور احناف کی بھیڑ بکریاں ان کے ریوڑ سے ان شاء اللہ اب نکل بھاگی ہیں اور تقلید کے فساد کا قلع قمع ہونے والا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالی)۔

(۹)- احناف کا یہ دعویٰ بھی کہ ''تمام بڑے بڑے علماء حنفی تھے'' غلط ہے۔ لیکن اگر تھے بھی تو اتنے متعصب اور جامد نہیں تھے جیسا کہ آج کے مقلدین ہیں۔ علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے اکثر مقامات پر حنفیت کی تردید کی ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی ایسے جامد مقلد نہیں تھے کہ قرآن وحدیث میں تحریف کرتے جیسا کہ آج کے مقلدین کرتے ہیں۔ آج کی تقلید اور پہلے علماء کی تقلید میں بہت فرق ہے۔ آج کے مقلدین متعصب بھی ہیں، دینی بصیرت سے عاری بھی ہیں اور تحقیق کی حلاوت سے بھی ناآشنا ہیں لیکن پہلے مقلد علماء ایسے نہیں تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ: ابوبکرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ اور محدثینؒ بھی غیر مقلد تھے۔ تو کیا متاخرین علماء بہتر اور بڑے ہیں یا صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ بڑے ہیں؟۔

تیسری بات یہ ہے کہ: قیامت کے دن اللہ تعالی ہم سے یہ نہیں پوچھے گا کہ ہم نے فلاں عالم کو کیوں نہیں مانا۔ بلکہ پوچھے گا کہ ہم نے نبی ﷺ کی اتباع کس حد تک کی ہے۔ یہی سوال فرعون نے بھی کیا تھا۔'' ﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی﴾ گزشتہ نسلوں کا کیا بنے گا؟۔ موسی علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتَابٍ﴾ ان کے بارے میرا رب جانتا ہے۔ ہم بھی ان مقلدین علماء کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کے بارے ہمارا رب بہتر جانتا ہے۔ ہماری اصل ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنے دین کی حفاظت

کے لئے کمر بستہ ہوجائیں۔ اور دین کی حفاظت صرف قرآن وحدیث کی اتباع سے ممکن ہے نہ کہ تقلید سے۔ کیونکہ کتاب وسنت میں ہر قسم کی بھلائی اور خیر کی ہر بات موجود ہے اس کے لئے تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن مقلدین کا خیال ہے کہ تقلید کے بغیر دین پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ تو جن کی پریشانی قرآن وحدیث دور نہ کر سکے ان کی تسلی اور تشفی کسی چیز سے ممکن نہیں ہے۔ ان کی بے قراری ہر آن موجود رہے گی :

من لم يكن يكفيه ذان فلا كفا ه الله شر حوادث الازمان

من لم يكن يشفيه ذان فلا شفا ه الله في قلب ولا ابدان

من لم يكن يغنيه ذان رما ه الله رب العرش بالاعدام والحرمان

من لم يكن يهديه ذان فلا هدا ه الله سبل الحق والايمان

القصيدة النونية مع شرحه للخليل الهراسؒ ص (٣٤٧).

ترجمہ : جو شخص قرآن وحدیث کو کافی نہیں سمجھتا تو اللہ تعالی اس کو گردشِ دوراں کے حوادث کے شر کی نظر کردے۔

جس شخص کی تشفی کتاب وسنت سے نہیں ہوتی اللہ تعالی اس کے قلب وجسم کو شفاء نہ دے۔

جو شخص قرآن وحدیث کے ذریعے دیگر اشیاء سے بے پرواہ نہیں ہوتا اللہ تعالی اعدام اور حرمان نصیبی اس کا مقدر بنادے۔

جس کو قرآن وحدیث ہدایت نہ دے اللہ تعالی اس کو حق اور ایمان کی دولت سے محروم کردے۔

(١٠)- جہاں تک مقلدین کی اس بات کا تعلق ہے کہ ہم امام بخاریؒ کے مقلدین ہیں۔ تو یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہم امام بخاریؒ کے مقلد نہیں ہیں۔ بلکہ امام بخاریؒ کی پیش کردہ احادیثِ رسول کے متبع ہیں۔ ایک امام بخاریؒ کی رائے ہے اور ایک ان کی روایت ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ہم امام بخاریؒ کی روایت کو قبول کرتے ہیں نہ کہ ان کی رائے کو۔ اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ روایات منقول نہیں ہیں اس لئے احناف کا ان کی آراء

پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس بات کو محسوس کرنے کیلئے ضروری ہے کہ تعصب اور بغض سے تھوڑی دیر کیلئے دور رہ کر سوچا جائے۔

(۱۱)-احناف کا خیال ہے کہ ہم صرف امام ابوحنیفہؒ پر رد کرتے ہیں۔ آخر ان سے ہمیں کیا دشمنی ہے؟۔

جواب: ہمارے نزدیک امام صاحبؒ قابلِ قدر عالم دین ہیں۔ ہم ان کی صدق دل سے عزت کرتے ہیں۔ دشمنی ہمیں امام ابوحنیفہؒ سے نہیں بلکہ ان کی اندھی تقلید سے ہے۔ تقلید چاہے کسی شیخ الحدیث کی ہو یا شیخ القرآن کی، ہمیں اس سے ضرور نفرت ہے اور اس پر رد کرتے رہیں گے۔ ہم ابوحنیفہؒ کی تقلید پر زیادہ تر رد اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ان کے ماننے والے حنفی مقلدین پاکستان اور افغانستان میں بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ (لیکن اب اسمیں الحمدللہ دن بدن کمی ہو رہی ہے) دوسری اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فقہ حنبلی، شافعی اور مالکی کی بنسبت فقہ حنفی حدیث سے زیادہ دور ہے۔ اس بات پر کسی کو تعصب یا بغض کا شک نہ گزرے کیونکہ یہ بات ہم اپنی دینی بصیرت اور خیر خواہی سے کہہ رہے ہیں۔ اور مقصودِ نظر یہ ہے کہ ہمارے احناف بھائی دیگر تمام مذاہب کے علوم وفنون سے استفادہ کرنے کیساتھ ساتھ قرآن وحدیث کے صاف اور شفاف مذہب میں پوری طرح داخل ہو جائیں۔ کیونکہ یہ صرف حنفیت کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔

(۱۲) احناف ہم سے سوال کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ کی تشریح مانیں یا پھر آپ کی تشریح مانیں؟۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہم تمہیں امام صاحبؒ کی تشریحات اور فقہ ماننے سے منع نہیں کرتے لیکن ساتھ ساتھ دوسرے علماء سے بھی فائدہ حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ کہ آخر کیا ایک امام ابوحنیفہؒ ہی تمہیں نظر آئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی وہ کونسی تفسیر یا شرح ہے جس کے ماننے کی احناف بات کرتے ہیں؟ ہمیں تو آج تک ایسی کوئی شرح نظر نہیں آئی جو امام صاحبؒ نے کی ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی وضاحت کو امام صاحبؒ کی تشریح کی ضرورت

نہیں ہے۔اس کے بغیر بھی قرآن وحدیث بخوبی سمجھ آ سکتے ہیں۔

(۱۳)-احناف کا یہ سوال کہ معاذ بن جبلؓ کی حدیث میں آتا ہے کہ جب ان کو یمن بھیجا گیا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ''میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنا اجتہاد کروں گا اور اس کے مطابق فیصلہ کروں گا''۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد جائز ہے ورنہ معاذ بن جبلؓ اجتہاد کیوں کرتے؟۔

جواب : ہم نے کبھی بھی اجتہاد سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ تقلید کا انکار کیا ہے۔اور ان دونوں میں فرق ہے۔اجتہاد جائز ہے اور تقلید باطل۔

معاذؓ کی حدیث کا انکار خود مقلدین کرتے ہیں۔کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ ائمہ اربعہ کے بعد بند ہو چکا ہے۔لیکن ہمارا موقف ہے کہ اجتہاد قیامت تک باقی رہے گا۔ دراصل یہ ایک احسان ہے جو اللہ تعالی نے علماء کو اجتہاد کی اجازت دیکر امت پر کیا ہے۔ لیکن مقلدین حضرات کہتے ہیں کہ اجتہاد کا دائرہ چوتھی صدی ہجری میں ائمہ اربعہ تک محدود ہے(شامی ۱/۳۹٦) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے : فتاوی الدین الخالص ۲/۲٤/۲۷ تصحیح العقائد تعلیق شرح العقائد)۔

(۱٤)- مقلدین کا خیال ہے کہ ہر مسئلہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے اس لئے ہم تقلید کرتے ہیں۔جیسا کہ نانی سے نکاح کی حرمت کہیں بھی قرآن وحدیث میں نہیں ملتی وغیرہ -یہ بات بالکل غلط ہے کہ قرآن وحدیث میں ہر مسئلے کا حل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ کہ دین اسلام کو میں نے تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔قرآن وحدیث میں قواعد کلیہ موجود ہیں۔جو بھی مسائل درپیش ہوتے ہیں ان سب کا حل قواعد کلیہ کے تحت نکل آتا ہے۔اور یہ قواعد صرف مجتہدین کیلئے خاص نہیں بلکہ ہر جید عالم اس کو سمجھ سکتا ہے۔لہذا علوم اور فنون پر دسترس رکھنے والا ہر عالم اجتہاد کر سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے اجتہاد کو عنقاء بنا کر پیش کر دیا ہے(عنقاء ایک ایسا پرندہ ہے جس کو آج تک کسی نے دیکھا نہیں ہے) جبکہ بعض اس کو کالعدم سمجھنے لگے ہیں۔حاصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث ایک جامع دین ہے۔اس کے ہوتے ہوئے تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔قرآن

وحدیث کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام علوم وفنون سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے لیکن ان کومقصد سمجھ کر قرآن وحدیث میں تاویل کرنا درست نہیں ہے۔

(۱۵)-احناف کا یہ کہنا کہ ''اہل سنت تقلید پر متفق ہیں سوائے گنتی کے چند غیر مقلدین کے جو تقلید کو معتبر نہیں سمجھتے'' سراسر غلط ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کی طرف دعوت دینے والے اہلحدیث گنتی کے چند نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں عرب وعجم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ مجتہدینؒ، ائمہ اربعہؒ اور محدثینؒ تمام اہل حدیث تھے جبکہ مقلدین کا خیر القرون کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اس لئے کہ یہ شر القرون کی پیداوار ہے اور نہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید ضروری ہے۔ دیکھئے (مجموعۃ الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیہؒ : ۲۰/۲۰۹/۲۱۰).

ملا علی القاری حنفیؒ فرماتے ہیں: '' ولا یجب علی احد من ھذہ الامۃ ان یکون حنفیا او شافعیا او مالکیا او حنبلیا'' (معیار حق ص : ۷۵)

اس امت کے کسی بھی فرد پر حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی بننا واجب نہیں ہے۔

علامہ ابو الفتح بن برہانؒ فرماتے ہیں : ''لایجب علی العامی تقلید مذھب معین'' کسی خاص مذہب کی تقلید امی کیلئے ضروری نہیں ہے۔

(شذرات الذہب ص: ۱۲ ج ۴) (تفصیل کیلئے دیکھئے: التنقید السدید للعلامہ بدیع الدین الراشدی ص: ۳۰۰ مطبوعہ ادارہ تراث اہل سنت گجرانوالہ وزیر آباد)۔

اس کے علاوہ اور بھی اعتراضات مقلدین کی طرف سے وارد ہوتے ہیں۔ ان کا جواب دیتے ہوئے ہمیشہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ مقلدین جن آیات یا احادیث سے تقلید کے اثبات پر استدلال کرتے ہیں، اگر غور کیا جائے تو درحقیقت اسی آیت یا حدیث میں اس کا رد موجود ہوتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ مثالوں میں آپ نے ملاحظہ کیا۔ یہ ایک قانون ہے کہ مبتدع اپنی بدعت کے جواز کیلئے جو بھی دلیل پیش کرتا ہے اگر علمی نقطۂ نظر سے اس پر غور کیا جائے تو درحقیقت وہی دلیل اس کے موقف اور مدعیٰ پر رد ہوتی ہے۔

ہر مسلمان سے ہماری یہی درخواست ہے کہ تقلید باطل پرست علماء کی ایجاد ہے جو پیش نظر

مقصد قرآن وحدیث کورد کرنا ہے۔لہذا اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔کیونکہ اس سے بچنا ہر مسلمان کے دینی مفاد میں شامل ہے اور اس میں گرفتاری ہلاکتِ دینی کی موجب ہے۔ہم نے صرف دعوت ونصیحت کو دینی فریضہ سمجھتے ہوئے یہ کتاب تالیف کی ہے۔یعنی صرف دعوت ونصیحت ہی اس کتاب کی تالیف کا محرک بنی ہے۔اسکی تالیف میں بغض وعناد کو کوئی دخل نہیں ہے۔صرف دعوتِ دینی کا فریضہ ہم نے ادا کر دیا ہے۔اب اس کو قبول کرنا یا نہ کرنا یہ مقلدین پر منحصر ہے۔قیامت کے دن ان شاء اللہ رب العالمین کے دربار میں کھڑے ہوکر یہ گواہی تو دے سکیں گے کہ ہم نے لوگوں تک کتاب وسنت کی دعوت پہنچائی تھی۔مقلدین نے لوگوں کو کس چیز کی دعوت دی اور کس چیز کی بڑائی لوگوں کے دلوں میں بٹھائی۔یا ہماری دعوت کو کس حد تک قبول کیا اس کا جواب مقلدین دیں گے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنی کامیابی کی فکر کرے۔

اللهم اجعلنا من الفائزين برحمتك (آمين).

اللہ اپنی رحمت سے ہمیں دنیا اور آخرت دونوں سرفرازی اور سرخروئی عطا فرمائے۔



تیسری بحث

اصول فقہ کے بعض قواعد پر کلام

اصول فقہ پر کلام کا مقصد یہ نہیں ہے کہ فقہی کتابوں سے مطلقاً فائدہ نہیں اٹھایا جائے اور ان قواعد کو مسترد کر دیا جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان اصول وقواعد کو کتاب اور سنت پر پیش کیا جائے۔صحیح اور غلط قاعدے کا امتیاز کیا جائے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی غلط قاعدے پر احکام دینی کی بنیاد رکھی جائے جس سے وہ باطل ہو جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آگے ہم کتابوں کے حوالے دیں گے کہ اس مسئلے کی تفصیل کہاں دیکھی جاسکتی ہے تو ان حوالوں سے مراد طلبِ تفصیل ہوگا نہ کہ تخریج ۔ کیونکہ پہلے سوالات کے ضمن میں دیئے گئے حوالوں پر بعض مقلدین نے اعتراض کیا تھا کہ یہ حدیث تو فلاں کتاب میں نہیں ہے۔ یا وہاں نامکمل ہے۔تو پہلے مصنف کے مقصد کو سمجھا جائے پھر اعتراض کیا جائے۔

قارئین محترم :اصول فقہ پر تفصیلی کلام کیلئے تو وقت کے ساتھ ساتھ ہزاروں صفحات پر بسیط کتاب کی ضرورت ہے۔لیکن یہاں اختصار کی غرض سے محض مثال کے طور پر چند قواعد کی نشاندہی کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ عقلمند کیلئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ عاقل تو چند قواعد کی نشاندہی سے تحقیق پر آمادہ ہوسکتا ہے جبکہ متعصب کو مکمل واضح البیان کتاب بھی تحقیق پر آمادہ نہیں کرسکتی۔اصل کتاب میں ہم نے مقلدین پر جو اعتراضات کئے تھے ان کا جواب اب تک مقلدین نہیں دے پائے۔اور ان شاء اللہ ہماری طرف سے اصول فقہ پر ہونے والے آئندہ اعتراضات کا جواب بھی حنفی مقلدین نہیں دے سکیں گے ۔ایک تو اوراق کو سیاہ کرنا ہے یہ تو بچہ بھی کرسکتا ہے لیکن دلائل سے کسی کو قائل کرنا مقلدین کی محدود قابلیت اور استطاعت سے باہر ہے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ۔

شریعت اسلامیہ کے چار اصول ...... حنفیہ کا موقف

۱ - قاعدہ : فقہ کا اصول ہے کہ ''قرآن وسنت، قیاس اور اجماع شریعتِ اسلامیہ کے چار اصول ہیں''۔

حالانکہ قیاس اور اجماع شریعت میں مستقل دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اجماع کیلئے مأخذ کا ہونا ضروری ہے۔ اور قیاس پوری امت کیلئے دلیل کی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ صرف مجتہد کیلئے بوقتِ ضرورت دلیل ہے، امت کیلئے حجت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قیاس اکثر مقامات پر صاحبینؒ اور امام شافعیؒ نے رد کیا ہے۔ اگر قیاس امت کیلئے مطلقاً حجت اور دلیل ہوتا تو پھر صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کیلئے ایسا کرنا صحیح نہیں تھا اور نہ ہمارے لئے کسی قیاس کو رد کرنا صحیح ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کے صرف دو اصول ہیں'' اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ '' یعنی صرف کتاب وسنت۔ باقی قیاس، اجماع استصحاب الحال، گزشتہ شریعتیں، اقوال صحابہ، مصالح مرسلہ، سدِ ذرائع، عرف اور استحسان امت کیلئے مستقل دلائل نہیں ہیں۔ اگر یہ قرآن وحدیث کے موافق ہوئے تو صحیح ہیں ورنہ ان پر احکام شریعت کو مبنی قرار دینا باطل ہوگا۔

قیاس کی باقی تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے گا۔ (ان شاء اللہ)۔

کتاب اللہ کی بیس قسمیں :

۲ - قاعدہ : اصولین کتاب اللہ کو بیس (۲۰) حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ میں حقیقت، مجاز اور خاص وغیرہ نہیں ہے (تفصیل آئندہ صفحات پر دیکھئے)۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتاب اللہ کو بیس (۲۰) حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اصولین طلاق، غلاموں اور وصیتوں کے مسائل بیان کرتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید سے ہر مسئلے میں مثالیں پیش نہیں کرتے۔ اصول کی کتابوں میں تقریباً بیس (۲۰) آیتیں بھی نہیں ہوگی۔ ان میں باقی تمام مسائل بے جا بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے اصول الشاشی، نورالانوار، حسامی، اور

مولوی اور تلویح و توضیح وغیرہ۔

امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کی اصول میں کوئی کتاب نہیں :

۳ - قاعدہ : امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے اصول کی کوئی خاص کتاب نہیں لکھی ہے۔ صرف جزئیات اور فرضی مسائل اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔ متأخرین نے انہی جزئیات اور فروع کو اصول کا رنگ دے دیا۔

یہی وجہ ہے کہ احناف کے اصول وقواعد اکثر جزئیات کے تابع ہیں۔ حالانکہ جزئیات کو اصول کے تابع کرنا چاہیے تھا۔ احناف صرف ایک جزئی مسئلے کیلئے ایسا قاعدہ وضع کرتے ہیں جس پر دوسرے مسائل تفریع نہیں ہو سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ احناف اصول میں فقہی مسائل کو چھیڑتے ہیں۔

اس بارے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "

وجدت اکثرهم یزعمون ان بناء الخلاف بین ابی حنیفة والشافعی علی هذه الاصول المذکورة فی کتاب البزدوی ونحوه، وانما الحق ان اکثرها اصول مخرجة علی قولهم وانها لا تصح بها روایة عن ابی حنیفة وصاحبیه " الانصاف ص (۸۸) حجة الله البالغة (۱/ ۱۶۰).

اکثر مقلدین کا خیال ہے کہ اصول امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ سے منقول ہیں لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اصول ان کے فروعی مسائل اور اقوال سے بنائے گئے ہیں۔ لہذا اصول کو ان کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

٤ - قاعدہ : ''القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعاً''- اور پھر ماتریدیہ اور اشعریہ کہتے ہیں کہ : قرآن لفظاً مخلوق ہے اور کلام نفسی غیر مخلوق ہے۔ حالانکہ ان دونوں باتوں میں تضاد ہے کیونکہ لفظی قرآن کو بھی اگر حقیقی کلام سمجھا جائے تو یہ بھی غیر مخلوق ہوا۔ اور اگر حقیقی کلام نہ سمجھا جائے تو پھر اُس کو قرآن کیوں کہتے ہیں؟۔ جب قرآن الفاظ اور معانی کا نام ٹھہرا جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے :''فاقرأوا ما تیسر من القرآن "۔ جتنا

بھی قرآن تمھیں یاد ہواس کی تلاوت کرو۔تو پھر احناف کے نزدیک فارسی میں قراءت کیسے جائز ہوئی ؟ یہ بات قرآن مجید کے نص کے خلاف ہے۔نورالانوارص (۹) کی عبارت کے مطابق ''ممکن ہے قرآن کے الفاظ اللہ تعالی اور بندے کے درمیان حجاب ہوں''۔ صریح جھوٹ ہے۔کیونکہ قرآنی الفاظ اللہ تعالی کے تعلق کا ذریعہ ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ ﴾ . ایک اور جگہ فرمایا: ﴿ يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ ﴾ یہ حجاب نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ احناف اپنی مرضی سے دین گھر بیٹھ بناتے ہیں۔

کتاب اللہ کا خاص ...... ایک غلط قاعدہ :

٥ - قاعدہ : کتاب اللہ کا خاص بیّن بنفسہٖ ہوتا ہے جس میں وضاحت اور بیان کا احتمال نہیں پایا جاتا۔

(نورالانوارص (۱۵) خلاصۃ الافکار شرح المنارص (٦٦) حسامی)۔

یہ ایک غلط قاعدہ ہے، جس کو متاخرین معتزلہ اور احناف نے صرف اس لئے بنایا ہے کہ جن صحیح احادیث میں حنفی مذہب سے متضاد مسائل بیان ہوئے ہیں ان احادیث کو اس قاعدے کے ذریعے سے ترک کردیا جائے۔اس کے علاوہ اس قاعدے کے وجود میں آنے کا مقصد اور کوئی نہیں ہے۔یہ قاعدہ قرآن کے بالکل خلاف ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾ کہ قرآن مجید کی توضیح اور تبیین کرنا نبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔خاص اور عام کی اسمیں کوئی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن کے بعض حصے نبی ﷺ بیان کریں گے اور بعض حصے بیان نہیں کریں گے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے الانصاف (ص ۸۸) اور حجۃ اللہ البالغۃ ص (۱/۱٦۰) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس قاعدے کی رو سے مندرجہ ذیل احادیث رد کی گئی ہیں۔

نماز میں تعدیل ارکان اور طمانینت (اطمینان) سے متعلق احادیث، وضوء میں نیت سے

متعلق احادیث، وضوء ترتیب مسنونہ سے متعلق احادیث، تضمین مسروق سے متعلق احادیث، وضوء میں پے درپے والی سے متعلق وارد ہونے والی احادیث۔ نورالانوار نے ان تمام احادیث کو مذکورہ قاعدہ کے ذریعے رد کردیا ہے۔ (نورالانوار ص :۱۵) اور ص (۲۶)۔

مسائل کی صحت اور ضعف کا اعتبار اساس اور بنیاد پر مبنی ہوتا ہے۔ جب اساس ہی صحیح نہ ہو تو اس پر مبنی تمام مسائل خود بخود باطل ٹھہرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

أن تكون تلك الفروع والمسائل مبنية على اصول فاسدةٍ فمن عرف السنة بيّن حكم ذلك الاصل فسقطت تلك الفزوع المولدة كلها وهذا كما فرعه صاحب الجامع الكبير (يريد محمد بن الحسن الشيباني) فان غالب فروعه كما بلغنا عن الامام ابى محمد المقدسيؒ انه كان يقول مثله كمثل من بنٰى داراً حسنة على اساس مغصوب فلما جاء صاحب الاساس ونازعه فى الاساس وقلعِه انهدمت تلك الدار. (كتاب الاستقامة ص : ۹).

اصول فاسدہ پر مبنی مسائل اور فروع کبھی بھی نقطۂ صحت کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب اساس اور بنیاد ہی کسی اور کی ہو تو اس پر جتنی بھی خوبصورت بلند و بالا عمارت تعمیر کی جائے وہ زمین کے مالک کے رحم وکرم پر ہوگی۔ وہ جس وقت چاہے اس کو منہدم کرنے کا حق رکھتا ہے کیونکہ وہ اپنی زمین خالی کرانے کا قانونی اہل ہے۔

مقصد یہ ہے کہ : جو بنیاد غیر قانونی اور گردش دوراں کی زد میں ہو۔ اس کا سہارا لینے کی توقع اہل دانش وخرد سے نہیں کی جاسکتی لیکن...... استعمال عقل سے گریزاں مقلدین ہمیشہ سے ایسی ہی بنیادوں کے سہارے اپنے مسلک کی کمزور عمارتیں کھڑی کرتے آئیں ہیں۔ امام محمدؒ کی تصانیف میں مرقوم تقریباً ان تمام مسائل کا ان خستہ حال بنیادوں پر مبنی ہونا اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے۔

امر وجوب کا متقاضی ھے

٦ - قاعده : ''الامر للوجوب''(نورالانوارص:۳۱)

امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ قرآن مجید کے مطابق ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ ﴾۔ جولوگ اللہ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں وہ اللہ سے ڈر جائیں ۔اسی طرح حدیث میں آتا ہے:''واذا امرتکم بامر فأتوا منه ما استطعتم'' جب میں تمھیں حکم کروں تو جتنا ممکن ہو سکے اس پر عمل کرو۔لیکن بے شمار مقامات پر احناف نے اس قاعدے کی مخالفت کی ہے۔

مثال کے طور پر نبی ﷺ نے وضوء کے دوران کلی کرنے ''مَضْمِضْ''۔ناک صاف کرنے ''اِسْتَنْثِرْ'' اورناک میں اچھی طرح پانی چڑھانے ''وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ''۔ کا حکم دیا ہے۔اسی طرح نبی ﷺ نے نماز میں تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا ہے۔اس کے علاوہ اور بھی متعدد مقامات ہیں جہاں اسلام امر کے صیغوں سے مسلمانوں سے مخاطب ہے۔لیکن احناف وضوء کے مندرجہ بالا اوامر اور اس کے علاوہ متعدد حکموں کو سنت یا مستحب کہتے ہیں ۔حالانکہ کوئی ایسا قرینہ صادقہ نہیں ہے جو امر کے وجوب کو استحباب میں بدل دے۔

امر تکرار کا متقاضی نہیں ...... فقهی اصول کا متن :

۷ - قاعده : '' امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا'' (نورالانوارص:۴۳،۴۴)

یہ قاعدہ مطلقاً صحیح نہیں ہے۔کیونکہ کتاب وسنت کے اکثر اوامر تکرار کا تقاضا کرتے ہیں ۔جیسے ''اُذْكُرُوا اللّٰه'' (اللہ کو یاد کرو)''وَاشْكُرُوْا لِيْ'' (میرا شکرادا کرو)''اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ'' (قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو)''وَاعْبُدْ رَبَّكَ'' (اپنے رب کی عبادت کرو)''وَاقْتَرِبْ'' (اللہ کی قربت کے منازل طے کرتے رہو)''وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ'' (اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو)''وَاصْبِرْ'' (صبر سے کام لیتے رہو)''وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ''(لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے رہو)مذکورہ اوامر اور اسی طرح کے اور اوامر تکرار کے متقاضی ہیں ۔یہ قاعدہ اس وقت کارآمد اور کتاب وسنت کے موافق ہوگا جب اس کو چند مخصوص احکامات کے ساتھ مقید کر دیا جائے۔

امر خصوصیت کا متقاضی ھے ...... فقه کا تضاد :

۸ - **قاعدہ** : ''امر خاص ہوتا ہے'' اور خاص کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ ''لفظ وضع لمعنی معلوم علی الانفراد ......''

خاص وہ لفظ ہے جس کو معلوم اور منفرد معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ ایک طرف خاص کی یہ تعریف کرتے ہیں اور دوسری طرف علامہ فخر الاسلام بزدویؒ فرماتے ہیں: کہ ''امر ندب اور اباحت کے لئے بھی آتا ہے''

اسی طرح عینیؒ فرماتے ہیں: ''کہ امر وجوب کیلئے اس وقت آئے گا جب قرائن سے خالی ہوگا''۔ یہ دونوں باتیں خاص کے معنی سے منافات رکھتی ہیں۔ کیونکہ خاص کا اطلاق معنی معلومہ پر ہوتا ہے۔ اور جب اس کا اطلاق معانی کثیرہ پر ہو یا اس میں قرائن پائے جائیں تو پھر خاص کی تعریف غلط ہوگی۔

(عمدة القاری ٤/٩١) حاشية خلاصة الافكار ص (٧) لثناء الله الزاهدی)

تو امر کو خاص میں داخل کرنا غلط ہے۔ اور اکثر احناف اس کو ندب اور وجوب میں حقیقت سمجھتے ہیں۔ جبکہ کچھ اس کو مطلب طلب میں شمار کرتے ہیں۔ یہاں خاص کی تعریف پر یہ اعتراض بھی ہوسکتا ہے کہ خاص یقین کا فائدہ دیتا ہے یا ظنِ غالب کے لئے آتا ہے۔ اگر دونوں کے لئے آتا ہے تب تو خصوص کا معنی ختم ہوا کیونکہ خاص کا معنی ایک ہے۔ اور یہاں یقین اور گمان دونوں کا احتمال پیدا ہوا۔ اور اگر یقین کیلئے ہو تو بہت سے ایسے دلائل ہیں جو آپکے نزدیک خاص تو ہیں لیکن اُن سے یقین کا فائدہ نہیں ہوتا۔

(تعليق خلاصة الافكار لثناء الله الزاهدی ص (٦٤-٦٥-٦٦).

افعال مشروعه سے نهی :

۹ - **قاعدہ** : ''نہی افعالِ مشروعہ سے بقاءِ مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے'' (نور الانوار، اصول الشاشی وغیرہ) یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایک صحیح کام کیا جائے تو شارع کا اس پر راضی ہونا ایک فطری امر ہے۔ اسی طرح اللہ اور اس کا رسول اگر ایک کام سے منع کرے تو اس کے کرنے سے اللہ تعالی اور رسول اللہ کا ناراض ہونا ایک لازمی امر ہے

۔اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ناراض ہو گیا تو پھر یہ کام کس طرح مشروع رہ گیا۔ جس طرح عید کے دن روزے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اور بھی مناہی ہیں۔

حقیقت اور مجاز ...... فقہی مسائل کے لئے تفریعی بنیاد :

۱۰ - قاعدہ : یہ قاعدہ حقیقت اور مجاز کے بارے میں ہے۔ اصول فقہ میں حقیقت اور مجاز پر لاتعداد فرضی اور غیر فرضی مسائل کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور بہت سارے فروعات کو حقیقت اور مجاز پر تفریع کیا گیا ہے۔ اپنی طرف سے ائمہ مجتہدین کی مخالفت میں ان قواعد کو وضع کیا گیا ہے۔ اور ایک دوسرے کے خلاف دلائل قائم کئے ہیں۔ جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ "حقیقت و مجاز" نہ تو نبی ﷺ سے منقول ہے نہ صحابہ کرامؓ سے اور نہ ائمہ اربعہؒ سے۔ اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمدؒ سے بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ لغت اور نحو کے اماموں: سیبویہ، خلیل اور کسائی وغیرہم سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

حقیقت اور مجاز ...... تیسری صدی ھجری کی پیداوار:

اس کو تیسری صدی میں اَبُوالْعَلَاءِ الْمَعَرِّی نے وضع کیا ہے۔ لہٰذا اس پر دین کے احکام کو مبنی قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ اتنی "متأخر الوجود" چیز احکاماتِ دین کیلئے بنیاد نہیں بن سکتی۔ اگر اس کو بنیاد بنا بھی دیا جائے تو وہ نقصان سے خالی نہ ہوگا۔ ہمارے خیال میں حقیقت اور مجاز کی لاحاصل اور بے فائدہ بحث میں پڑنا سعی لاحاصل ہے۔ اصول فقہ میں حقیقت اور مجاز کے باب میں غلاموں، طلاق، قسم اور وصیت سے متعلق جتنے بھی مسائل ہیں وہ تمام کے تمام فرضی اور بے فائدہ ہیں۔

قارئین محترم : اپنا قیمتی وقت اور دماغ اس لاحاصل بحث میں صرف کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ اس سے بچنا ہی دین کے مفاد میں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ حقیقت ہیں مجاز اس میں بالکل نہیں ہے۔

مجاز کی تعریف یوں کی جاتی ہے "استعمال لفظ فی غیر موضوع لہ بوجود قرینۃ" کہ لفظ قرینے کی موجودگی میں موضوع لہ کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وضع اور استعمال میں فرق نہیں ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ پہلے الفاظ کو وضع کیا گیا ہو

اور پھر اس کا استعمال بتایا گیا ہو۔ بلکہ لغات دنیا میں طریقہ استعمال کے ساتھ آئے ہیں۔تو جس دن عربی لغت دنیا میں آئی "اســـد" اسی دن سے حیوان مفترس (چیر پھاڑنے والا جانور) کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہ ایک دقیق اور عمیق بحث ہے۔

(مجموعۃ الفتاوی میں اس کو تفصیلاً دیکھا جاسکتا ہے (ج ۲۰/ ۴۹۷)۔

لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ مجاز ہے تو اُسے صرف لغت تک محدود رکھا جائے۔ دین کے احکامات میں اس کو داخل کر دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث ہی مسلمان کیلئے کافی ہے۔(وباللہ التوفیق)۔

مفہوم کا اعتبار :

۱۱ - قاعدہ :احناف کے ہاں کتاب وسنت کے مفہوم کا تو اعتبار نہیں ہوتا لیکن اپنی کتابوں کے متن کا اعتبار ضرور ہوتا ہے۔ اور اس کے مفہوم مخالف کو معتبر بھی سمجھتے ہیں۔(رد المحتار ۵/ ۳۵)۔

خبر واحد مفید للیقین نہیں...... فقہی اصول :

۱۲ - قاعدہ : "خبر واحد سے ظن لازم آتا ہے۔اس لئے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر خبر واحد کے ذریعے قرآن پر زیادتی آئے تو خبرِ واحد کو رد کر دیا جائے گا" یہ قاعدہ بھی غلط ہے کیونکہ خبر واحد "جو مقبولیت کا درجہ رکھتی ہو وہ یقین کا فائدہ ضرور دیتی ہے"

شرح نخبۃ الفکر ورد المحتار (۱/ ۹۵) مکانۃ الصحیحین ص (۹۵) تعلیق الباعث الحثیث لاحمد شاکر ص (۲۵) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزمؒ ص (۱/ ۱۱۹) خبر الواحد حجۃ فی العقائد والاحکام للشیخ الالبانیؒ ۔تفصیلا دیکھئے۔

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات بالتفصیل دیکھا جاسکتا ہے کہ خبر واحد ظنی نہیں ہوتی۔اس وجہ سے اس قاعدے پر مبنی مسائل بھی غلط ہیں۔

خبر واحد ...... قرآن پر زیادتی کا امکان اور احناف کا تناقض :

۱۲ - قاعدہ : ''خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے نسخ لازم آتا ہے اور خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ کا نسخ نہیں ہوسکتا''۔

یہ قاعدہ بھی قابلِ مذمت ہے۔ حقیقتاً یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس نے دین کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ اس کے ذریعے رد کر دیا گیا ہے۔ خود احناف نے بھی سینکڑوں مسائل میں اس کو فراموش کر دیا ہے۔

مثال کے طور پر نبیذ التمر (کھجور کے رس) سے وضوء کے بارے میں ایک ضعیف حدیث آئی ہے جس پر احناف نے عمل کیا ہے، حالانکہ نبیذ التمر سے وضوء قرآن پر زیادتی ہے کیونکہ قرآن میں وضوء کیلئے پانی کے استعمال کا حکم آیا ہے ۔ (كمافي الهداية).

جب ان پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ تو خبر واحد ہے جس سے قرآن پر زیادتی لازم آرہی ہے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ خبر مشہور ہے اور صاحب حاشیہ فرماتے ہیں کہ :'' مشہور تو نہیں البتہ اس کو مشہور لغوی لیا جاسکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ موضوعی حدیث بھی مشہور لغوی ہوسکتی ہے۔ تو کیا اس کو یہ جواب فائدہ دے گا؟۔ سوچنے کا مقام ہے۔

اسی طرح مہر کے نصاب کو دس درہم مقرر کرنا قرآن مجید کے قول: ﴿ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ﴾ پر زیادتی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اس بارے حدیث بھی ضعیف وارد ہے۔

اسی طرح چوری کی سزا کے لئے مسروق کی مقدار دس درہم مقرر کرنا بھی قرآن مجید کے اس قول پر زیادتی ہے : ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ ﴾ ۔ کہ چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔ کیونکہ یہاں کوئی مقدار مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ تو اس قاعدے کا اور کوئی فائدہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ آدمی پرویزی بن جائے۔ اور احادیثِ رسول ﷺ کا انکار کرے ۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے اعلام الموقعین لابن القیمؒ ج ۲/۳۰۹) فتح الباری ج (۵/۲۱۵) مرعاۃ المفاتیح (۱/۲۵۸) ۔

اصل بات یہ ہے کہ خبر واحد کتاب اللہ کے عام کو خاص کرسکتی ہے اور مطلق کو مقید کرسکتی

ہے وغیرہ۔ کیونکہ نبی ﷺ قرآن مجید کے بیان کرنے کیلئے والے ہیں اگر نبی ﷺ کی باتیں قرآن مجید کے خلاف ہوں تو پھر اور کس کی باتیں قرآن مجید کے موافق ہوں گی؟ اگر مقلدین کا خیال ہے کہ قرآن مجید کی مخالفت میں خبر واحد کو اس لئے رد کردیا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ ثابت نہ ہو؟ تو میں کہتا ہوں کہ مقلدین کا سارا مسلک ''ہوسکتا ہے'' (ممکن ہے) اور دیگر شکوک واحتمالات سے مرتب ہے۔ مقلدین کی اس بات سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے تمام احادیثِ صحیحہ ثابت نہ ہوں۔ اگر یہی طریقہ چل نکلا تو بہت جلد نبی ﷺ کی احادیث سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ ہمارے خیال میں متاخرین کے یہ اصول پرویزیت کی پہلی سیڑھی ہیں۔ اور کسی بہانے سے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑنے کی سازش ہے۔ اس قاعدے کے بطلان پر بسیط کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ مختصر رسالہ اس تفصیل کا متحمل نہیں ہے۔ (واللہ المستعان)۔

۱۴- قاعدہ : مرسل حدیث اگر دوسری یا تیسری صدی میں کسی سے منقول ہو تو وہ حجت ہے کیونکہ یہ حدیث اگر اس راوی کے نزدیک ثابت نہ ہوتی تو وہ اس کی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے ہرگز تیار نہ ہوتا۔

صحیح بات یہ ہے کہ مرسل حدیث چند شرائط کی روح سے حجت ہے۔

(۱) مرسِل ثقہ ہو (۲)- ارسال صرف ثقات سے کیا جائے۔ (۳) اسکی تائید بھی ہو۔ احناف کی یہ بات کہ ''راوی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہوتا'' غلط ہے کیونکہ اگر اصول حدیث میں تعدیل مبہم قبول نہیں ہے تو ارسال کس طرح قابلِ قبول ہے؟ جسطرح کہ ایک راوی یوں کہے کہ ''حدثنی الثقة''۔ تو یہ روایت تحقیقی قول کے مطابق قابل قبول نہیں ہے۔ یہ ایک الگ علمی بحث ہے جسکی تفصیل یہاں مطلوب نہیں ہے۔

ابوہریرۃؓ اور انسؓ احناف کے نزدیک غیر فقیہ :

۱۵- قاعدہ : احناف نے ایک قاعدہ وضع کیا ہے :

''اگر کسی غیر فقیہ صحابی کی حدیث قیاس (عقل) کے خلاف آئے تو صحابی کی حدیث کو رد کردیا جائے گا۔ اور اپنی رائے یعنی قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ ممکن ہے صحابیؓ نے

روایت بالمعنی کی ہو اور حدیث کے مطلب کو نہ سمجھ سکے ہوں"۔ اور چونکہ ہم صحابیؓ سے زیادہ جانتے ہیں لہذا ہماری رائے کو صحابی کی حدیث پر فوقیت حاصل ہے۔

سوال یہ ہے کہ وہ غیر فقیہ صحابہ کون ہیں؟ تو نور الانوار (ص ۱۸۳) اور اصول الشاشی میں ہے کہ وہ غیر فقیہ صحابہ ابو ہریرہؓ اور انس بن مالکؓ ہیں۔

یہ باطل قاعدہ عیسیٰ بن ابان کا وضع کردہ ہے۔ جبکہ احناف اپنے آپ کو امام ابو حنیفہؒ کے مقلد کہلاتے ہیں۔ تو کیا یہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید ہے یا کسی اور کی۔

مذکورہ بالا قاعدے کو قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ احناف مقلدین کے مقلد ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ سے (۴۴۳۴) حدیثیں مروی ہیں۔ جبکہ انس بن مالکؓ سے (۲۲۰۰) حدیثیں مروی ہیں جن کو احناف اس قاعدے کے رو سے چھوڑ دیتے ہیں۔

پرویزی اور معتزلہ نبی ﷺ کی احادیث کے پورے ذخیرے پر اپنی عقل کو ترجیح دیتے ہیں اور مقلدین نبی ﷺ کی (۶۶۳۴) احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ہم معتزلہ اور پرویزیوں سے کیا گلہ کریں؟ جب ہمارے احناف بھائیوں کی یہ حالت ہو۔ غیر ذمہ داری سے اس طرح کے قواعد وضع کر کے احناف شیعوں کے لئے احادیث کو رد کرنے کا راستہ کھول رہے ہیں۔ اس طرح اگر یہ سلسلہ چل نکلا تو پھر جس کے سامنے بھی کوئی حدیث پیش کی جائے اور وہ اس کے مطلب کی نہ ہو تو اس کو یہی کہہ کر جھٹلا دیگا کہ یہ حدیث غیر فقیہ صحابی سے مروی ہے اور عقل کے خلاف ہے۔ اور پھر یہ کہ عدمِ فقاہت کا احتمال تو اور راویوں میں بھی ہوسکتا ہے۔ اس طرح تو احادیث کا پورا ذخیرہ عقل اور رائے کے مقابلے میں نا قابل قبول ٹھہر جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی فقہ میں قرآن وسنت کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی جتنی کہ دلیلِ قیاسی کو دی جاتی ہے۔ اگر طالب حق کی سی نظر سے ہدایہ شریف کا صرف سرسری مطالعہ کیا جائے تو یہ بات قاری پر بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اس میں دلیلِ عقل کو جس اہمیت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اتنی اہمیت قرآن وحدیث کے نص کو نہیں دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے احناف کو اہل الرائے کا خطاب دیا ہے جسطرح کہ علامہ ابن عبد البرؒ نے "تمہید" میں صاف طور پر لکھا ہے کہ" ما نقم علی ابی حنیفة غیر انه کان یقدم الرأی علی

النصوص " کہ امام ابوحنیفہؒ سے ہمیں صرف یہی شکایت ہے کہ وہ رائے کو قرآن وسنت پر مقدم کرتے ہیں۔

ہم پورے وثوق اور ذمہ داری سے کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت امام ابوحنیفہؒ اور تمام احناف کی فقاہت سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ اسی طرح انس بن مالکؓ کی فقاہت بھی انکی فقاہت سے لاکھ درجہ بہتر ہے ''چونکہ چنانکہ'' فقاہت نہیں ہوتی بلکہ ''معرفة الحکم بدلیله " دلیل کے ساتھ کسی حکم کو سمجھنے کا نام فقاہت ہے۔ جبکہ احناف کے نزدیک فقیہ صرف وہ ہے جو فرضی اور خود ساختہ مسائل زیادہ جانتا ہو جسطرح کہ صاحب ہدایہ وغیرہ ہیں۔ حقیقت میں یہ فقاہت نہیں ہے بلکہ کثرتِ کلام ہے اور دین میں خرافات کا اندراج۔

فقاہت کیسے حاصل ہوتی ہے ؟

فقاہت وراثت میں نہیں ملتی بلکہ تقویٰ، قوتِ فکر، قوتِ بصیرت، کثرۃِ علم بالحدیث اور صحتِ حدیث سے ملتی ہے اور یہ چیزیں صحابہ کرامؓ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ لیکن مقلدین کا نہ تقویٰ معلوم اور نہ قوتِ فکر کا پتہ۔ جبکہ ان کا علم بالحدیث کسی سے مخفی نہیں ہے۔ صحت اور ضعف کی مقلدین کے ہاں کے کوئی تمیز نہیں ہے اس کے علاوہ ان کی قوتِ بصیرت بھی حقائق کی نظر میں عیاں ہے۔ فقاہت کے مذکورہ معیار پر نہ اترنے کے باوجود مقلدین فقہاء کیسے ہو سکتے ہیں؟۔

ہم اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ عدمِ معیار کے باوجود احناف فقہاء کہلائیں اور بحرِ علم وورع، پروردہ دین اسلام صحابہ کرامؓ غیر فقیہ؟۔

اگر کوئی ہمیں متشدد کے نام سے مطعون کرتا ہے۔ تو کیا صحابہ کرامؓ کو غیر فقیہ کہنے والے متشدد نہیں ہیں؟ ''اذا سبّ اصحابی فلیظهر العالم علمه" جب لوگ صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہتے ہوں تو اُس وقت علماء کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے۔ یہ بالکل غلط قاعدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انور شاہ کشمیریؒ ''عرف شذی'' میں لکھتے ہیں: کہ اس قاعدے کو اصول کی کتابوں سے نکالنا چاہیے۔ لیکن مقلدین اس کو نکالنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ یہ قاعدہ بیان کرنے کے بعد مصراۃ (جس بکری کا دودھ روکا ئے جائے) کی حدیث پیش کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ حدیث قیاس کے خلاف نہیں ہے۔ (کمافی الاعلام: ۲/ ۳۸)

دوسری بات یہ ہے کہ کس طرح پتہ چلے گا کہ ابو ہریرہؓ نے یہ روایت بالمعنیٰ کی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ روایت بالمعنیٰ نہیں بلکہ باللفظ ہے اور نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غیر فقیہ کی نسبت نبی ﷺ کی طرف ہے (نعوذ باللہ من ذلک)

تیسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ بخاری (۱/ ۲۸۸) یہ مسئلہ بالتفصیل فتاوی الدین الخالص میں ملاحظہ کیجئے۔

ایک طرف تو ابو ہریرہؓ کی صحیح حدیث رد کردی کہ یہ قیاس کے مخالف ہے اور دوسری طرف قہقہہ کی ضعیف حدیث احناف نے قیاس پر مقدم کی ہے کیونکہ وہ ان کے مذہب کی موافق ہے۔ (نورالانوارص (۱۸۴)

بعض صحابہ کرامؓ مجہول ہیں …… حنفیہ کا موقف

۱۶ - قاعدہ: احناف کے نزدیک صحابہ کرامؓ میں مجہول صحابہ بھی ہیں جن کی روایت قبول نہیں کی جائے گی مثال کے طور پر وابصہ بن معبد، معقل بن سنان اور فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہم ۔ نورالانوارص (۱۸۴-۱۸۵)

لیکن یہ قاعدہ بھی سراسر غلط اور اسلام کے خلاف ہے۔ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "الصحابة کلھم عدول فلا تضر جھالتھم" ۔ کہ تمام صحابہ کرام صاحب عدالت ہیں۔ چاہے وہ مجہول ہی کیوں نہ ہوں۔ اسکے علاوہ یہ قاعدہ خود اصول کے خلاف ہے۔

اگر مقلدین کا خیال ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بعض دوسرے صحابہ کرامؓ پر رد کیا ہے تو صحابہ کرامؓ خود تو آپس میں ایک دوسرے پر کلام کر سکتے ہیں لیکن ہم اس طرح کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ فاطمہ بنت قیسؓ کی روایتیں بالکل صحیح ہیں۔ ان کی روایتیں بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح معقل بن سنانؓ کی روایتیں بھی صحیح ہیں۔

(مشکوة ۲/ ۲۷۷)

ہم مقلدین سے صرف اتنی التماس ہی کر سکتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی احادیث کو رد کرنے

کیلئے بہانے تراشنے سے باز رہیں ورنہ یہ اقدام ان کے ایمان کی تباہی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

عمل علی روایۃ الراوی لا برأیہ ...... اور حنفیہ کا موقف

۱۷ - قاعدہ : کسی صحابی رسول کا حدیث کے خلاف عمل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ (نورالانوارص : ۱۹۵)

مذکورہ قاعدہ کی طرح یہ قاعدہ بھی سراسر غلط ہے، کیونکہ راوی کے عمل کے مقابلے میں اس کی روایت زیادہ معتبر ہوتی ہے۔اس لئے کہ ترکِ عمل کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ممکن ہے کہ اس وقت اس کو حدیث یاد نہ ہو۔ مصطلح الحدیث میں یہ قاعدہ ہے کہ جب استاد کے ذہن سے کوئی حدیث نکل جائے اور شاگرد کو یاد ہو تو یہ حدیث بھی صحیح اور قابلِ قبول ہوتی ہے۔اسی طرح کبھی کبھی راوی اجتہادی طور پر دوسری روایت پر بھی عمل کر لیتا ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ احناف نے خود اس قاعدے کو توڑا ہے۔مثال کے طور پر عائشہؓ حدیث بیان کرتی ہیں کہ: مسافر نماز کی قصر کرے گا۔لیکن وہ خود سفر کی حالت میں پوری نماز پڑھتی تھی۔یہاں پر احناف عائشہؓ کے عمل کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی روایت کو قبول کرتے ہیں

قرآن وحدیث میں تعارض ممکن نہیں

۱۸ - قاعدہ : ''صحیح حدیث قرآن مجید سے معارض ہو سکتی ہے''۔نورالانوارص (۱۸۹) خلاصۃ الافکارص (۱۸۰) اور مثال میں'' لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب'' سورۃ الفاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔''قضاء بیمین وشاھد''۔آپ ﷺ نے ایک قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت اور متن وغیرہ پیش کی ہے کہ یہ حدیثیں ہیں تو صحیح لیکن قرآن مجید سے متعارض ہیں۔گزشتہ قاعدوں کی طرح یہ قاعدہ بھی غلط ہے۔

کیونکہ حدیثِ صحیح نہ تو قرآن مجید سے متعارض ہو سکتی ہے اور نہ ہی دوسری صحیح حدیث سے۔لیکن جو لوگ علم کی روشنی سے محروم ہوتے ہیں یا جن کے دلوں میں زیغ ہو کر ان کے

نزدیک ایسا ممکن ہے۔

احناف اس قاعدے کے ذریعے اپنے مذہب کے دفاع کیلئے صحیح اورصریح حدیث کا قرآن سے تعارض پیدا کرتے ہیں۔اگراصل حقیقت دیکھی جائے تو یہ بالکل واضح ہے کہ مذکورہ احادیث کا قرآن سے کوئی تعارض نہیں ہے لیکن احناف نے صرف مذہب کے دفاع کیلئے ان کا باہمی تعارض پیدا کیا ہے۔

مدلّس راوی کی روایت قابل قبول ...... حنفیہ کی رائے :

۱۹ - قاعدہ : ''اگر کسی راوی پر تدلیسی کلام کیا جائے تو وہ کلام غیر مقبول ہے۔ یعنی ہر مدلّس راوی کی روایت قبول کی جائے گی اگرچہ وہ روایت عنعنہ ہی کیوں نہ ہوں'' جب ہمارے مقلدین کے ہاں مرسل حدیث مقبول ہے تو مدلس بدرجہ اولیٰ مقبول ہوگی۔(نورالانوارص:۱۹۲)

لیکن یہ قاعدہ بھی تمام محدثین کے اصول کے خلاف ہے، کیونکہ محدثین مدلس راوی کی عنعنہ روایت کو قبول نہیں کرتے۔جبکہ احناف مدلّس راوی کی ہر روایت کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ احناف کے ہاں رکض الدابۃ بھی طعن کا سبب نہیں بن سکتا۔جس طرح کہ بعض لوگوں نے محمد بن حسنؒ کو رکض الدابۃ سے مطعون کیا ہے۔

محمد بن حسنؒ ...... ایک ضعیف راوی :

لیکن ہمارے نزدیک محمد بن حسنؒ رکض الدابۃ کی وجہ سے مطعون نہیں ہے بلکہ لسان المیزان (۱۲۱/۵) کے مطابق:''لیّنہ النسائی'' یعنی امام نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے:'' وقال محمد بن سعد الصرفی سمعت یحیی بن معین یرمیہ بالکذب وقال احوص بن الفضل العلائی عن ابیہ : حسن اللؤلوی ومحمد بن الحسن ضعیفان، وکذا قال معاویۃ بن صالح عن ابن معین ۔ وقال ابن ابی مریم عنہ : لیس بشئ ولا یکتب حدیثہ ، وقال عمرو بن علی : ضعیف، وذکرہ العقیلی فی الضعفاء : قال یحیی بن معین جھمی کذاب''

محمد بن سعد الصرفیؒ فرماتے ہیں کہ : میں نے یحیی بن معین سے سنا ہے کہ وہ محمد بن حسن کو جھوٹا کہتے تھے۔ احوص بن الفضل العلائیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حسن اللؤلؤی اور محمد بن الحسن دونوں کو ضعیف کہتے تھے۔

معاویہ بن صالحؒ بھی ابن معینؒ کا اسی طرح کا قول نقل کرتے ہیں کہ ابن ابی مریم بھی ابن معینؒ کے واسطے سے کہتا ہے: ''لیس بشیٔ''۔ کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے اور اس کی حدیث لکھی نہیں جائے گی۔

عمرو بن علیؒ فرماتے ہیں کہ: محمد بن الحسن ضعیف ہے۔

عُقیلیؒ اس کو ضعفاء میں شمار کرتے ہیں۔

اور یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں: جَهْمِیٌّ كَذَّابٌ ۔جہمی جھوٹا ہے۔

اس کے علاوہ بھی علماء نے امام محمدؒ پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

امام محمدؒ پر جرح وتعدیل کی کتابوں میں اتنی زوردار جرح کے باوجود احناف کا اکثر مذہب ان کے اقوال پر مبنی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی طرح رجوع کیا جائے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جبکہ احناف کے اجتہادی اور غیر اجتہادی مسائل اور فقہ پر ہزاروں اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ تو ان مسائل کو کتاب وسنت کے مقابلے میں اور امام محمد بن حسنؒ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں پیش کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا سوائے گمراہی کے اور قیامت کے دن کی ندامت کے۔

اذا تعارضا تساقطا ...... ایک غلط قاعدہ :

۲۰ - قاعدہ : یہ قاعدہ ''تعارض بین الآیتین'' سے متعلق ہے جو کہ (نور الانوار ص: ۱۹۷) پر موجود ہے کہ: جب دو آیتوں کا آپس میں باہمی تعارض پایا جائے تو ''تساقطا'' دونوں آیتیں گر جائے گی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ۔کیا قرآن میں بھی تعارض کا امکان ہے؟۔

کتاب اللہ میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ مقلدین کے کمزور ذہنوں میں جب تعارض پیدا ہوا تو آداب سے عاری ہو کر قرآن مجید کی دو آیتوں میں تعارض ظاہر کر کے ان کو قرآن مجید

ہی سے نکالنے کی مذموم جسارت کی۔

قارئین محترم : کیا اس سے قرآن کے احترام کا تاثر ملتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ یہ قرآن کے بے ادبی ہے لیکن احناف ان کو بے ادبی کہنے کیلئے تیار نہیں۔ احناف کے ہاں بے ادبی صرف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مبنی بر رائے اقوال کو دلائل کے ساتھ رد کیا جائے یا کسی متاخر فقیہ کے اجتہاد کو قرآن وحدیث کی روشنی میں رد کیا جائے۔ احناف کے ہاں گستاخی کیلئے مذکورہ بالا ایک ہی معیار مقرر ہے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی قرآن میں تعارض پیدا کرے یا قرآن کی آیتوں اور احادیثِ رسول کو گرانے کی کوشش کرے تو اس کو احناف گستاخی اور بے ادبی کہنے میں نہ صرف حرج محسوس کرتے ہیں بلکہ ایسا کرنے والوں کو محقق اور فقیہ بھی کہتے ہیں۔

قارئین محترم : موضوع اور ضعیف حدیثوں کا قرآن مجید یا صحیح احادیث سے تعارض ممکن ہے۔ لیکن صحیح احادیث کا قرآن مجید یا دوسری صحیح احادیث سے تعارض ممکن نہیں ہے۔ اس باب میں احناف جتنی بھی مثالیں پیش کرتے ہیں یا تو وہ حدیثیں ضعیف اور موضوع ہوتی ہیں یا ان میں انکا اپنا خودساختہ تعارض ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی تقلید واجب ھے ...... حنفیہ کا عقیدہ :

۲۱ - قاعدہ : صحابی کی تقلید واجب ہے۔ اس کی رائے کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑا جائے گا۔ نورالانوارص (۲۲۰)

گزشتہ قاعدہ نمبر (۱۵) آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کسی غیر فقیہ صحابی کی روایت اگر قیاس کے خلاف ہو تو اس کی روایت کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ایک ہی کتاب میں ان دو بے جا اور متعارض قاعدوں سے کیا تاثر ملتا ہے؟ یہ مقلدین کی ذہنی پسماندگی اور غیر یقینی صورتِ حال میں مبتلا ہونے کی واضح دلیل ہے کہ وہ ایک قاعدہ بناتے ہیں تو دوسرے قاعدے کے ذریعے اسکو مسمار کرتے ہیں۔ یہ قاعدہ احناف نے وضع تو کر دیا لیکن اس کے بعد خود انہوں نے متعدد مقامات پر صحابہ کرام کے اقوال پر قیاس کو ترجیح دی ہے۔ جسطرح کہ وہ ''خیار فی البیع'' میں عبداللہ بن عمرؓ کے عمل کو نظر انداز کر کے قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے

علاوہ بھی ایسے کئی مقامات ہیں جہاں انہوں نے اپنے قواعد کی مخالفت کی ہے۔

اجماع حجت ھے ...... لیکن ؟

۲۲ - قاعدہ : ''مجتہدین کا کسی مسئلے پر اجماع امت کیلئے حجتِ قطعیہ ہے''۔

ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ اجماع حجت ہے لیکن بلا تحقیق ہر مسئلے میں اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں بلکہ چند شروط کے تحت اجماع حجت ہے:

(۱)- یقینی طور پر علماءِ امت کا اجماع ہو۔ لیکن یہ ایک مشکل کام ہے۔ صرف صحابہ کرامؓ کا اجماع یقینی طور پر حجت بن سکتا ہے کیونکہ ان کے اقوال منضبط ہیں۔ باقی امت کا اجماع یقینی طور پر حجت نہیں ہے کیونکہ ان کے اقوال غیر منضبط ہیں۔ " وما ادراك لعلهم اختلفوا "۔ کیا معلوم علماء باہم اختلاف کا شکار ہوں۔

(۲)- علم بالا جماع یا تو وجدان سے ممکن ہے یا عقل کے ذریعے۔ جبکہ وجدان اور عقل دونوں اس باب میں مفید نہیں ہیں۔ علم بالاجماع کے لئے ہر عالم کی معرفت ضروری ہے کیونکہ امت کے تمام علماء خاص طور پر قرونِ وسطیٰ میں گزرے ہوئے علماء کی معرفت کی بابت حتمی فیصلہ ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں: " من ادَّعَى الاجماع فهو كاذب " جو کسی بھی مسئلے سے متعلق امت کے اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

(۳)- اجماع یا تو متواتر منقول ہوتا ہے یا خبر واحد آحاد کے ذریعے۔ تواتر سے اجماع کی نقل عادتاً محال ہے کیونکہ اہل التواتر کا اپنے طبقے کے ہر مجتہد سے ملکر اگلے طبقے یا آخر تک اجماع کی خبر دینا ناممکن ہے۔

خبر آحاد کے ذریعے اگر اجماع منقول ہو۔ تو احناف کے ہاں خبرِ آحاد ظنی ہے۔ جب اجماع کا ناقل ظنی ہوا تو اجماع یقینی کیسے؟۔

(۴)- کتاب وسنت کی رو سے اجماع کے مأخذ کا مستند ہونا ضروری ہے۔ اگر اجماع نہ مستند ہو اور نہ اس کا مأخذ معتبر ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دین میں امت کیلئے کمی یا زیادتی کا جواز باقی ہے۔ جب کہ ایسا عقیدہ باطل ہے۔ نیز اگر اجماع مستند نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اجماع سے متعلق تفصیل کیلئے دیکھئے۔

ارشاد الفحول ص (۱۳۱ تا ۱۴۴)

قیاس حجت ہے ...... لیکن کس کے لئے اور کیوں ؟

۲۲- قاعدہ : یہ قاعدہ قیاس سے متعلق ہے کہ ”قیاس شریعت میں ایک خاص مقام پر نوع حجت ہے“ لیکن حنفی فقہاء قیاس سے ہی پورا کام لیتے ہیں۔ اور اس کے مقابل حدیث کو چھوڑ کر اکثر فرضی اور غیر فرضی مسائل کو ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر ایسے مقامات بھی ہیں جہاں احناف نے قیاس کو قرآن وسنت پر مقدم کیا ہے۔ اس طرح احناف اس باب میں پانچ غلطیوں کا شکار ہیں۔

(۱)- قرآن وحدیث کو محیط بالا حکام والحوادث ماننے سے انکار۔

(۲)- قیاس کو متعدد مقامات پر قرآن وحدیث پر مقدم کرنا۔

(۳)- احکام شریعت کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ خلاف القیاس ہیں۔

(۴)- اپنی طرف سے ایسی علتیں بنانا جو شارع نے نہیں بنائیں۔

(۵)- اپنے ہی قیاس میں تناقض ۔ اعلام الموقعین ص (۱/ ۲۴۹)۔

اصل بات یہ ہے کہ (۱) قیاس مجتہد کیلئے حجت ہے۔ (۲) قیاس عبادات میں حجت نہیں بن سکتا ہے۔ کیونکہ عبادات کی مبنیٰ توقیف پر ہے۔ (۳)- قیاس عندالضرورۃ حجت ہے۔ قرآن وحدیث کی تائید کے لئے کسی بھی مسئلے میں قیاس کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ عقلی دلیل ہے اور صحیح عقل، صحیح نقل کے خلاف نہیں ہوسکتی۔

لیکن قیاس کو ہر مسئلے میں باقاعدہ قانون کے طور پر استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۴) - قیاس اور اجتہاد منقطع نہیں ہوئے بلکہ یہ باقی رہیں گے۔ آج بھی قرآن وحدیث پر عبور رکھنے والے جید علماء کرام اجتہاد کرسکتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ اجتہاد ختم ہوچکا ہے اپنی رائے کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۵)- قیاس کے ذریعے نئے احکام نہیں بنائے جاسکتے۔ کیونکہ کتاب وسنت فروعی احکام پر محیط ہیں۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ”والصواب وراء ما علیہ الفرق الثلاث وھو ان

النصوص محیطة باحکام الحوادث ولم یُحلنا اللّٰه ولا رسوله علی رأیٍ ولا قیاسٍ بل قد بیّن الاحکام کلها، والنصوص کافیة وافیة بها والقیاس الصحیح حق مطابق للنصوص فهما دلیلان للکتاب والمیزان وقد تخفی دلالة النص او قد لا تبلغ العالم فیعدل الی القیاس ثم قد یظهر موافقاً للنص فیکون قیاساً صحیحاً وقد یظهر مخالفاً له فیکون فاسداً وفی نفس الامر لا بد من موافقته او مخالفته ولکن عند المجتهد قد تخفی موافقته او مخالفته الخ.

اعلام الموقعین ص (۱/ ۳۳۷)

فرماتے ہیں کہ: ہر روز نت نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل کتاب وسنت کے نصوص سے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ نے ہمیں اپنی رائے اور قیاس کو دین میں بے جا استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام احکامات کو واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ دین کے معاملے میں کتاب وسنت کے نصوص ہی مسلمان کیلئے کافی ہیں۔ صحیح قیاس قرآن وسنت کے موافق ہوتا ہے تو یہ دونوں کتاب اور میزان کیلئے دلائل ہوئے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نص پر عالم مطلع نہیں ہوتا یا اس کو سمجھ نہیں پاتا تو ایسی صورت میں وہ قیاس کرتا ہے یہ قیاس یا تو صحیح ہوتا ہے یعنی نص کے مطابق ہوتا ہے اور یا نص کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے غلط ٹھہرتا ہے۔ نفس الامر میں قیاس کی نصوص سے موافقت یا مخالفت ضرور ہوتی ہے لیکن کبھی یہ مجتہد سے پوشیدہ رہ جاتی ہے۔

تو مستقل طور پر قیاس کا دین میں باقاعدہ اہتمام کیساتھ استعمال بدعت ہے۔ اس سے یہ تأثر ملتا ہے کہ دین نامکمل ہے جیسا کہ اکثر مقلدین کا یہ گمان ہے لیکن یہ گمان مضر و مہلکِ ایمان ہے۔

خاتمہ

قارئین محترم: اس کتاب کے لکھنے سے علماء کرام اور عوام الناس کو قرآن وحدیث کی طرف رجوع اور توجہ دلانا مقصود ہے، کہ امت مسلمہ کا ہر فرد قرآن وحدیث کے بحرِ علوم سے بہرور ہوکر کتاب وسنت پر عمل کا پابند ہوجائے۔ اور دین کو نامکمل ماننے سے باز رہے۔ تمام علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی تقلید کے قعرِ مذلت کی اتھاہ گہرائیوں سے محفوظ

رہیں اور عوام الناس کو بھی بچائیں۔ کیونکہ صرف تقلید کی وجہ سے آج تک فساد کو فروغ ملتا رہا ہے اور لوگ قرآن وحدیث سے دور ہوتے چلے گئے ہیں۔

تفسیر اور حدیث کی جن محفلوں اور دوروں کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ محفلیں بھی فقہ کی بالا دستی پر برخاست ہوتی ہے۔ ان کا مقصد صرف تبرک اور دکھلاوا ہوتا ہے جہاں صرف حنفیہ کے مذہب کی خدمت اور احادیثِ رسول ﷺ کی تردید ہوتی ہے۔ طلباء اور عوام الناس کو احادیثِ رسول ﷺ اور حق پرست اہلحدیث سے بدظن کر کے پرویزیت کو ہوادی جاتی ہے اور یہ لوگ قرآن وحدیث پڑھنے کے باوجود قرآن کے مورد لعنت ٹھہرتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [رُبَّ قَارِئٍ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ یَلْعَنُهُ]۔ کتنے ہی لوگ جو قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ ہم انہی علماء، طلباء اور عوام الناس سے درمندانہ درخواست کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو اپنا اصل مطمعِ نظر بنائیں، فقہاء اور مجتہدین کی باتوں کو مقصد اور ترازو بنانے سے باز رہیں کتاب وسنت کو فقہاء اور مجتہدین کے اقوال کیلئے ترازو بنائیں۔

اہل حق کیساتھ ضد اور عناد کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اہل حق کے ساتھ ضد اور عناد کا یہی تسلسل جاری رہا تو ہمیں ڈر ہے کہ کہیں احناف میں یہود ونصاریٰ کی وہ صفات پیدا نہ ہوں جوان کیلئے اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب بنی۔ (العیاذ باللہ)۔

حق کو فتنہ سے تعبیر کرنا ایمان کی تباہی کیلئے کافی ہے۔ ہماری دعوت کسی پارٹی یا تنظیم میں شمولیت کیلئے نہیں اور نہ ہی کسی عالم سے منسلک ہونے کیلئے ہے بلکہ ہم رجوع الی القرآن والحدیث کی صاف وشفاف دعوت دیتے ہیں کیونکہ یہ کامیابی کا راستہ بھی ہے اور عقیدہ وعمل کی اصلاح کیلئے بہترین رہنماء بھی۔

مذکورہ بیان پڑھ کر بعض لوگ ہمیں بے ادبی، تشدّد اور فتنہ بازی سے مطعون کریں گے لیکن...... مومن کا یہ شیوہ ہے کہ "وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ " کسی کی طعن وتشنیع سے ڈرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ مومن کے ذہن میں صرف یہی خوف سوار ہوتا ہے کہ کہیں اللہ ناراض نہ ہو جائے۔ جیسا کہ آپ پیچھے ملاحظہ کر چکے کہ اس کتاب کی تالیف کا مقصد یہ نہیں کہ فقہ

حنفی، فقہ شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری سے مطلقاً کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ ان علماء کرام کا مقام واحترام اوران کی کتابوں کے فوائد اپنی جگہ مسلّم ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے لیکن ...... انکی غلطیوں اور ضعیف مسائل پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ ان کے جو مسائل قرآن وحدیث سے متضاد ہیں ان کورد کردیا جائے۔ متعدد محقق حنفی علماء نے بھی ایسا ہی کیا کہ فقہ حنفی کے ان اکثر مسائل کو جو قرآن وحدیث کے خلاف تھے رد کردیا ہے۔

آخر میں اتنا بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ اصولِ فقہ کے تمام قواعد پر ہم نے کلام نہیں کیا ہے بلکہ صرف چند کی نشاندہی کی ہے۔ مزید وضاحت کیلئے دیگر علماء کرام کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

ہم اللہ رب العزت سے دست بدعا ہیں کہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت بخشے اور تمام مسلمانوں کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنادے اور جہاں جہاں مجھ سے بتقاضائے بشریت غلطی ہوئی ہے میں آج بھی اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں اور پسِ مرگ بھی اس سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھے میری غلطیوں پر مطلع فرمائیں۔ بتوفیق اللہ تعالی وعونہ۔

مقدمہ ختم شد۔

